

# نماز تراویح

\* فضائل و برکات

\* تعداد رکعات

\* ازالہ شبہات

تحریر

ابو عدنان محمد منیر قمر

WWW.IRCPK.COM

ناشر

توحید پبلیکیشنز۔ بنگلور

# نماز تراویح

☆ فضائل و برکات ،

☆ تعداد رکعات ،

☆ ازالہ شبہات

تحریر

ابوعدنان محمد منیر قمر

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور

# اشاعت کے دائمی حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

نام کتاب	نماز تراویح
تالیف	ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین
کمپوزنگ	نبیلہ قمر اور نادیہ قمر
طبع اول	۱۴۲۳ھ ، ۲۰۰۲ء
ناشر	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا

## ہندوستان میں ملنے کے پتے

1- توحید پبلیکیشنز، ایس. آر. کے. گارڈن

بنگلور۔ فون. ۶۶۵۰۶۱۸

2- چارمینار بک سینٹر

چارمینا مسجد روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔ ۵۱

3- میسور۔ فون. ۴۹۲۱۲۹

## فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	فہرست مضامین .	۳	۱۷	تہجد و تراویح میں فرق ثابت کرنے	۲۴
۲	عرض مؤلف .	۶	۱۸	کی بعض کاوشوں کا مختصر جائزہ .	
۳	نماز تراویح / فضیلت .	۸	۱۹	دوسری حدیث .	۳۰
۴	نماز تراویح کا حکم .	۹	۲۰	تیسری حدیث .	۳۱
۵	پہلی دلیل .	۹	۲۱	چوتھی حدیث .	۳۲
۶	ایک اشکال اور اس کا ازالہ .	۱۰	۲۲	پانچویں حدیث .	۳۴
۷	دوسری دلیل .	۱۱	۲۳	گیارہ (۱۱) کے عدد کی حکمت .	۳۴
۸	نماز تراویح کی جماعت .	۱۳	۲۴	بیس (۲۰) رکعات تراویح سے متعلقہ	۳۵
۹	ایک کٹ چٹی کا ازالہ .	۱۶		حدیث کی حقیقت .	
۱۰	اولاً .	۱۶	۲۵	متعلقہ آثار صحابہ ﷺ کی استنادی	۳۷
۱۱	ثانیاً .	۱۷		حیثیت .	
۱۲	رکعات تراویح کی تعداد .	۱۸	۲۶	پہلا اثر فاروقی .	۳۸
۱۳	مسنون عدد تراویح .	۲۰	۲۷	دوسرا اثر فاروقی .	۳۹
۱۴	پہلی حدیث .	۲۰	۲۸	تیسرا اثر .	۳۹
۱۵	ایک شبہ کا ازالہ .	۲۲	۲۹	پہلی علت .	۴۰
۱۶	نماز تراویح، قیام للیل، صلوٰۃ	۲۲	۳۰	دوسری علت .	۴۱
	اللیل اور تہجد .		۳۱	تیسری علت .	۴۱

۶۱	۴۹	۴۱	۳۲	شیخ اسماعیل محمد الانصاری کی
۶۱	۵۰			طرف سے شیخ البانی کا تعاقب
۶۴	۵۱			اور اسکی حیثیت .
		۴۴	۳۳	چوتھا اثر .
۶۶	۵۲	۴۵	۳۴	پانچواں اثر .
		۴۸	۳۵	چھٹا اثر .
۶۷	۵۳	۴۸	۳۶	ساتواں اثر .
۶۸	۵۴	۵۰	۳۷	آٹھواں اثر .
۶۸	۵۵	۵۰	۳۸	نواں اثر .
۶۹	۵۶	۵۱	۳۹	دسواں اثر .
۶۹	۵۷	۵۲	۴۰	ان تمام آثار کی مجموعی حیثیت .
۶۹	۵۸	۵۲	۴۱	پہلی وجہ .
۷۰	۵۹	۵۳	۴۲	دوسری وجہ .
۷۰	۶۰	۵۴	۴۳	ہفت روزہ الاعتصام میں ایک استفتاء
۷۱	۶۱	۵۶	۴۴	مدیر الاعتصام کا نوٹ .
۷۲	۶۲	۵۷	۴۵	شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود
۷۴	۶۳			صاحب محدث جلالپوری کا ایک
				محققانہ مقالہ .
				علماء و مشائخ .
۷۴	۶۴	۵۸	۴۶	پہلی شہادت .
۷۵	۶۵	۵۹	۴۷	دوسری شہادت .
۷۶	۶۶	۶۰	۴۸	تیسری شہادت

- ۶۷ مسئلہ تراویح اور سعودی فتویٰ کمیٹی . ۷۶ ۷۳ نماز تراویح کے بعد دوبارہ جماعت . ۹۰
- ۶۸ مسئلہ تراویح اور آئمہ و علماء حرمین ۷۷ ۷۴ سوال . ۹۰
- شریفین . ۷۵ الجواب بعون الوہاب . ۹۰
- ۶۹ آٹھ رکعات تراویح کا ثبوت علماء ۷۹ ۷۶ چند تحقیقات علمیہ . ۹۴
- وفقیہاء احناف کی کتب سے . ۷۷ فیصلہ . ۹۹
- ۷۰ آٹھ اور بیس کے اختلاف سے ۸۵ ۷۸ مصادر و مراجع . ۱۰۱
- نکلنے کا راستہ . ۷۹ تراجم و تصانیف محمد منیر قر . ۱۰۳
- ۷۱ ایک لطیفہ . ۸۷
- ۷۲ وسعت ظرفی . ۸۷



## عرض مؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ .  
أَمَّا بَعْدُ :

قارئین کرام ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین کی اردو سروس سے روزانہ اسلامی پروگرام ”دین و دنیا“ پیش کرنے کی سعادت طویل عرصہ تک حاصل رہی اور ماہ رمضان المبارک میں فضائل و مسائل رمضان و روزہ کے ضمن میں دیگر مسائل و احکام کے ساتھ ہی ”مسئلہ تراویح“ بھی آتا رہا ہے۔ لہذا مختلف مواقع پر اسے مفصل و مختصر انداز سے نشر کیا جاتا رہا۔ اور اب جبکہ ماہ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ (جنوری ۲۰۰۲ء) سے اللہ کی توفیق و عنایت سے سعودی ریڈیو مکہ مکرمہ سے ہفتہ وار دینی پروگرام ”اسلام اور ہماری زندگی“ پیش کرنے کا موقع ملا ہے تو ماہ رمضان المبارک میں آنے والے چاروں جمعۃ المبارک کو ہم نے اپنے پروگرام کی جو چار قسطیں نشر کی ہیں وہ صرف تراویح کے موضوع اور اسی کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتی ہیں۔

ہمارے ان پروگراموں کو ہماری بیٹی نبیلہ قمر اور نادیہ قمر نے مل کر نہ صرف کتابی شکل میں مرتب و مدون بلکہ اسے کمپوز بھی کر دیا ہے۔ فَجَزَاهُمَا اللَّهُ خَيْرًا وَوَفَّقَنَا وَإِيَّاهُمَا يَكُنْ خَيْرٍ وَبِرِّ وَتَقَبَّلَهُ مِنَّا خَاصَّةً لَوَجْهِهِ الْكَرِيمِ .

اس کتاب کو قارئین کرام تک پہنچانے میں ہمارے جن احباب نے کسی بھی رنگ میں ہمارے

ساتھ تعاون کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزاء خیر سے نوازے اور ہمارے اس عمل کو ہمارے اور انکے میزانِ حسنات کا حصہ بنائے۔

آمین

آپ کی دعاؤں کا طالب	الحکمۃ الکبریٰ، الخیر
ابو عمران محمد منیر قمر نواب الدین	طاق شبِ رمضان
ترجمان سپریم کورٹ، الخیر	۱۴۲۳/۹/۲۳ھ
وداعیہ متعاون، مراکز دعوت و ارشاد	۲۰۰۲/۱۱/۲۸ء
الخیر، الظہر ان، الدمام	
(سعودی عرب)	

خفی شخصیت

تمام برادرانِ اسلام کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ مؤلفِ کتاب کے ریڈیو اُمّ القیون (U.A.E) اور سعودی ریڈیو مکہ مکرمہ کے تمام پروگراموں کے آڈیو کیسٹس اور سیڈیز بھی دستیاب ہیں۔  
برائے رابطہ: (1) رحمت اللہ خان ایڈووکیٹ الخیر فون 8829292ext2638 (2) مسعود سہیل



جب ماہ رمضان المبارک کا چاند رویت یا شہادت و خبر کی بناء پر ثابت ہو جائے تو وہ رات ماہ رمضان کی پہلی رات شمار ہوتی ہے اور اگر مناسب وقت پر چاند نظر آجائے یا اسکے نظر آنے کی اطلاع مل جائے تو اُسی رات نمازِ عشاء کے بعد نمازِ تراویح کا آغاز ہو جاتا ہے ۔

### نمازِ تراویح کی فضیلت :

رمضان المبارک کی راتوں کا [قیام اللیل] اس قدر باعثِ اجر و ثواب ہے کہ صحیح بخاری و مسلم سنن اربعہ، مسند احمد، اور دارمی و موطا امام مالک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

(...و من قام رمضان ایماناً و احتساباً غُفر لہ ما تقدّم من ذنبہ) . (بخاری مع الفتح ۲۵۰/۴، مسلم مع النووی ۳۹/۴، الفتح الربانی ترتیب المسند ۳۱۹/۹-۲۲۰، مشکوٰۃ ۶۱۰/۱، صحیح الجامع ۳۳۴/۵، الارواء ۱۴/۱)۔  
”جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے، خالص اُس کی رضا جوئی کیلئے رمضان المبارک کی راتوں کو قیام کیا اسکے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے گئے۔“

اور بعض احادیث میں (ما تقدّم من ذنبہ) کے بعد (و ما تأخّر) کے الفاظ بھی ہیں کہ اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے۔ اور امام منذری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اضافی الفاظ (و ما تأخّر) مسند احمد میں جید سند کے ساتھ مروی ہیں۔ (بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی ۲۲۰/۹)۔

### نمازِ تراویح کا حکم :

قیام رمضان یا نمازِ تراویح کا ادا کرنا فرض نہیں بلکہ سنّت ہے، اور اسکے بارے میں آئمہ و فقہاء مذاہب میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ لہذا وہ حضرات جو جھٹ سے فتویٰ داغ دیتے ہیں کہ جس نے تراویح نہ پڑھی اس کا کوئی روزہ نہیں، انھیں اپنے اس قول کا اصلاح کر لینا چاہیئے۔

البتہ ماہ رمضان المبارک کے شب و روز انتہائی برکت و فضیلت والے ہیں، لہذا اس ماہ میں صدقہ و خیرات، تلاوت قرآن کریم اور نوافل جسدِ ربھی ممکن ہوں کم ہیں۔ لیکن جو آدمی کسی عذر کی وجہ سے نماز تراویح ادا نہیں کر سکا وہ صبح روزہ رکھ سکتا ہے، اور اسکے روزے میں کسی قسم کا کوئی فرق یا نقص نہیں آتا۔

### پہلی دلیل :

نماز تراویح کی ترغیب دلانے کیلئے اتنی سخت فتویٰ بازی کی بجائے مسنون طریقہ اختیار کرنے میں ہی خیر و برکت ہے اور وہ مسنون طریقہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ اور مسند احمد میں مذکور ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

(كان رسول الله ﷺ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ ، فَيَقُولُ : مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ )۔

(بخاری مع الفتح ۲۵۰۶، مسلم مع النووی ۴۰۶۶، المنہج مع اللیل ۴۹۶، مشکوٰۃ ۴۰۵، الفتح اربانی ۲۲۰/۹-۲۲۱)۔

”نبی ﷺ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں قیام کرنے [نماز تراویح پڑھنے] کی ترغیب دلایا کرتے تھے لیکن آپ ﷺ انھیں عزیمت [وجوباً پابندی] کا حکم نہیں دیتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ”جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسی کی رضا و خوشنودی کے حصول کی خاطر رمضان کی راتوں کو قیام کیا، اسکے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے گئے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سنن نسائی میں قتیبہ نے سفیان کے طریق سے اس حدیث میں (ما تقدم من ذنبه) کے بعد (وما تأخر) کا اضافہ بھی روایت کیا ہے کہ سابقہ اور لاحقہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔ اور انکا کہنا ہے کہ یہ اضافی الفاظ مسند احمد کی ایک روایت میں بھی مروی ہیں۔ [اور انکا یہ اشارہ مسند احمد کی اُسی روایت کی طرف ہے جو سابق میں ذکر کی جا چکی ہے، جسے امام منذری رحمہ

اللہ نے جید سند والی قرار دیا ہے۔]

حافظ موصوف رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت کے سلسلہ میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں جنہیں میں نے ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔ (فتح الباری ۴/۲۵۱-۲۵۲)

### ایک اشکال اور اسکا ازالہ :

یہاں ایک اشکال پیش آتا ہے کہ اس اور اس سے پہلی حدیث میں جو اضافی الفاظ (و ما تأخر) ہیں کہ بعد والے گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں، یہ کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ مغفرت تو تب ہوتی ہے جب پہلے گناہ سرزد ہوا ہو، اور جب ابھی گناہ سرزد ہوا ہی نہیں تو اس کی پیشگی مغفرت کیسے ہوگی؟ اس اشکال کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ذکر کر کے مختلف جوابات سے اسکا ازالہ کیا ہے چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

(۱) یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ وہ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہیں گے۔ آئندہ ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہی نہیں ہوگا۔

(۲) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُن سے جو بھی گناہ سرزد ہونگے وہ بخش دیئے جائینگے۔ ماوردی اور بعض دیگر اہل علم نے یوم عرفہ کے روزے کی فضیلت، کہ اس سے سابقہ اور آئندہ دوسالوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسکی وضاحت اسی جواب سے کی ہے۔ (فتح الباری ۴/۲۵۲)

(۳) آئندہ گناہوں کی بخشش سے مراد یہ ہے کہ ان سے جو بھی فعل سرزد ہوگا، اس پر انکا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اہل بدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے:

(لَعَلَّ اللّٰهُ اَطْلَعَ عَلَى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ :

اعملوا ما شئتم فقد و جبت لكم الجنّة - او فقد غفرت لكم)۔ (بخاری مع الفتح ۷/۳۰۵)

”اللہ نے اہل بدر [کے خلوص و ایثار] کو دیکھ کر کہا:

[آج کے بعد] جو عمل چاہے کرو، تمہارے لئے جنت واجب کر دی گئی ہے۔ یا فرمایا: تمہاری بخشش کر دی گئی ہے۔“

اس حدیث میں یہی مراد ہے کہ تمہارے آئندہ کے افعال پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا ”جو عمل چاہے کرو“ یہ ان کی عزت و تکریم کیلئے کہا گیا ہے اور یہ عظمت انہیں اُنکے اُس عمل کے عوض ملی جو انہوں نے اولین معرکہ حق و باطل میں اعلائے کلمۃ الحق کیلئے سرانجام دیا، جسکے نتیجے میں ہی انکے سابقہ تمام گناہ بھی معاف کر دیئے گئے اور وہ اس کے اہل ہو گئے کہ اگر ان سے آئندہ کوئی گناہ سرزد ہوا تو اللہ انہیں وہ بھی بخش دے گا۔ (لتفصیل: فتح الباری ۷/۳۰۵-۳۰۶، نیل الاوطار ۲/۵۰۳)۔

### دوسری دلیل :

نماز تراویح کے سنت ہونے کی دوسری دلیل صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث ہے جس میں وہ بیان فرماتی ہیں:

(صلی النبى ﷺ فى المسجد فصلى بصلواته ناس كثير ، ثم صلى من القابلة فكثرُوا ثم اجتمعُوا من الليلة الثالثة فلم يخرج اليهم ، فلما اصبح قال :

قد رأيت صنيعكم ، فلم يمنعنى من الخروج اليكم الا انى خشيت ان تفرض عليكم ، و ذلك فى رمضان )۔ (مسلم ۴۱/۶۱۳-۴۲، بحوالہ المنقح مع النيل ۳/۵۱۴، فقہ السنۃ ۲/۲۰۶)۔

”نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں نماز [تراویح] پڑھی، آپ ﷺ کی اقتداء میں بکثرت لوگوں نے بھی نماز تراویح ادا کی، پھر اگلی رات بھی آپ ﷺ نے نماز پڑھی تو لوگوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا۔ پھر تیسری رات بھی لوگ جمع ہو گئے، لیکن نبی ﷺ گھر سے ہی باہر تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا: ”میں نے رات دیکھ لیا تھا کہ تم جمع ہوئے ہو لیکن مجھے باہر آنے سے صرف اس چیز نے روک لیا کہ یہ نماز کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے“۔ اور یہ واقعہ ماہ رمضان المبارک میں پیش آیا۔“

صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ایک حدیث میں نبی ﷺ کے تین راتوں کو نماز تراویح پڑھانے کا تذکرہ ہے اور آگے مذکور ہے:

(فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله حتى خرج لصلوة الصبح ، فلما قضى الفجر اقبل على الناس ، فتشهد ، ثم قال :

اما بعد : فانه لم يخف على مكانكم و لكنى خشيت ان تفرض عليكم فتعجزوا عنها ، فتوفى رسول الله ﷺ والامر على ذلك )۔ (بخاری مع الفتح ۴/۲۵۱)۔

”جب چوتھی رات آئی تو مسجد نبوی نمازیوں کی کثرت سے تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگی لیکن آپ ﷺ [باہر تشریف نہ لائے البتہ] جب فجر کیلئے نکلے اور نماز فجر سے فارغ ہو گئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر توحید و رسالت کی شہادت کے بعد فرمایا: ”مجھ پر تمہاری حالت پوشیدہ نہ تھی لیکن مجھے یہ خدشہ ہوا کہ یہ نماز کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے اور تم اسکی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ [اسلیئے میں باہر نہیں نکلا تھا]، اور نبی ﷺ کی وفات تک نماز تراویح اسی طرح رہی“۔ [یعنی اسکی باقاعدہ جماعت شروع نہ ہوئی کہ صرف ایک ہی امام ہوتا، البتہ مختلف اماموں کے ساتھ جماعت ثابت ہے جیسا کہ اثر فاروقی آگے آ رہا ہے]۔ صحیحین اور دیگر کتب میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی ایک حدیث مروی ہے لیکن اس میں تین یا چار راتوں کی تعداد مذکور نہیں بلکہ: فصلی فیہا لیالی کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے چند راتیں مسجد میں بنائے گئے حجرہ میں نماز تراویح پڑھی حتیٰ اجتمع علیہ الناس حتی کہ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ نماز کیلئے جمع ہو گئے۔ (مشکوٰۃ ۱/۴۰۵)۔

تاہم ان اور اسی موضوع کی دیگر احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز تراویح سنت ہے، واجب نہیں۔ امام شوکانی نے کسی اختلاف کا تذکرہ کیے بغیر ہی بات ذکر کی ہے۔ (نیل الاوطار ۲/۳۹۱)

اور امام نووی نے اس پر اتفاق ذکر کیا ہے۔ (شرح مسلم نووی ۳/۴۰۶)۔

## نماز تراویح کی جماعت:

نماز تراویح نہ صرف مشروع بلکہ مستحب و سنت ہے اور اسکے استحباب کا پتہ سابقہ احادیث سے لگ جاتا ہے، خصوصاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے، جس میں ہے:

(كان رسول الله ﷺ يرغب في قيام رمضان من غير ان يامرهم فيه بعزيمة)  
”نبی ﷺ قیام رمضان کی ترغیب دلا یا کرتے تھے لیکن آپ ﷺ عزیمت (وجوب) کا حکم نہیں فرمایا کرتے تھے“۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر توافق ہے کہ نماز تراویح مستحب و سنت ہے البتہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس کا کیلئے اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے یا کہ مسجد میں باجماعت ادا کرنا؟ امام مالک، ابو یوسف اور بعض شافعیہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ نماز تراویح کا انفرادی طور پر اپنے گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور امام شافعی، ان کے اکثر ساتھیوں، امام احمد، امام ابو حنیفہ، امام ابن المبارک، اسحاق بن راہویہ، اور بعض مالکیہ کے نزدیک نماز تراویح کا مسجد میں باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔  
(ترمذی و التھ ۵۳۲۳ شرح النووی ۳/۳۹۶-۴۰۰، نیل الاوطار ۲/۵۰۳، فتح الباری ۴/۲۵۲)۔

فریق اول (امام مالک، ابو یوسف اور بعض شافعیہ رحمہم اللہ) کا استدلال بخاری و مسلم ابوداؤد و نسائی، معجم طبرانی، مسند احمد اور مسند ابی یعلیٰ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ہے جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(أفضل الصلوة، صلوة المرء في بيته إلا المكتوبة)

”آدمی کی، فرض نماز کو چھوڑ کر افضل ترین نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے“۔

(النووی البیضاوی جامع ۱/۳۶۶، والنیل ایضاً و فتح الباری ۴/۲۵۲)۔

جبکہ فریق ثانی [جمہور اہل علم بشمول امام شافعی، ان کے اکثر ساتھیوں، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور بعض مالکیہ

رحمہم اللہ] کا استدلال صحیح بخاری، مؤطاً مالک، [ابن ابی شیبہ نحوہ دون قوله نعمت البدعة هذه و

طبقات ابن سعد بطریق آخر [میں وارد عبد الرحمن بن عبد القاری سے مروی تعامل صحابہ سے ہے چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں:

(خرجت مع عمر ابن الخطاب ؓ لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه، و یصلی الرجل فیصلی بصلوٰتہ الرھط، فقال عمر:

اِنِّی اری لو جمعتُ هؤلاء علی قاریء واحدٍ لکان امثل ثم عَزَمَ فجمعهم علی ابی بن کعبٍ ثم خرجت معه لیلۃ اخری والناس یصلّون بصلوٰۃ قارئهم، فقال عمر:

نعم البدعة هذه، و التي ینامون عنها افضل من التي یقومون۔ یرید آخر اللیل۔ و کان الناس یقومون اوّلہ)۔ (بخاری مع الفتح ۲۵۰۴ و بحوالہ صلوٰۃ التراويح لالہ البانی مترجم اردو ص: ۵۵-۵۶)۔

”میں رمضان المبارک کی ایک رات حضرت عمر فاروق ؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی بالکل اکیلا ہے اور کسی کے ساتھ چند لوگ بھی ہیں تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ”اگر میں ان سب کو ایک امام کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا کرنے پر جمع کر دوں تو بہتر ہے، پھر انھوں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنایا اور تمام صحابہ ؓ کو حضرت ابی بن کعب ؓ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے پر جمع کر دیا۔ ایک رات پھر میں حضرت عمر ؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ ایک امام کی اقتداء میں تراویح پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ”یہ نیا انداز اچھا ہے۔ البتہ جو لوگ رات کے پہلے حصہ میں سو جاتے اور آخری حصہ میں اُٹھ کر نماز پڑھتے ہیں وہ پہلے حصہ میں نماز پڑھنے والوں سے افضل ہیں۔“ اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں قیام کیا کرتے تھے۔“

اس اثر میں جو تعامل صحابہ ؓ مذکور ہے، اس سے استدلال کرتے ہوئے فریق ثانی نے نماز تراویح کے، مسجد میں باجماعت ادا کرنے کو افضل قرار دیا ہے اور نماز تراویح کے باجماعت ادا کرنے پر ہی مسلمانوں کا عمل چلا آ رہا ہے کیونکہ یہ نماز بھی نماز عید کی طرح شعائر ظاہرہ میں سے ہے، لہذا نماز عید کی

طرح ہی اسکا بھی باجماعت ادا کرنا ہی افضل ہوا اور یہی تعامل امت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امام کی اقتداء میں باجماعت نماز تراویح ادا کرنے کو زیادہ بہتر قرار دیا ہے تو یہ دراصل بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نماز کو باجماعت پڑھانے کی بناء پر ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلسل جماعت کرانے سے رُک جانا محض اسکے فرض ہو جانے کے خدشہ کی بناء پر تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد باقی نہ رہا، لہذا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا باجماعت پڑھا جانا ہی رائج ہوا تو انھوں نے اسی پر لوگوں کو جمع کر دیا۔ اس میں ایک تو وحدت امت کا راز پنہاں ہے، دوسرے اکثر نمازیوں کیلئے باجماعت نماز تراویح کا ادا کر لینا اکیلے پڑھنے کی نسبت آسان بھی ہوتا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اکیلے اکیلے تراویح پڑھنے سے باجماعت پڑھنے کو (مثلاً) قرار دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے استنباط کیا گیا تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن التین وغیرہ شراح حدیث سے نقل کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس اثر فاروقی کے معاً بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث وارد کی ہے جس میں وہ بیان کرتی ہیں :

(ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی و ذالک فی رمضان)۔

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز (تراویح) پڑھی اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔“ (اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی)۔ (بخاری ۲۵۰۴)

جبکہ امام بخاری کے اس حدیث کو اثر فاروقی کے فوراً بعد وارد کرنے میں بھی شائد یہی راز ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے ہی استنباط کیا تھا کہ باجماعت نماز تراویح ہی افضل و بہتر ہے، اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل مبارک مذکور ہے۔ (فتح الباری بصرف ۲۵۲/۴ نیز دیکھیے: صلوٰۃ التراویح ص: ۳۳-۳۹ مترجم اردو، لئلا البانی) جس میں موصوف نے جماعت تراویح کی مشروعیت چھ احادیث سے ثابت کی ہے۔ جسکا مولانا محمد صادق صاحب خلیل [فیصل آباد] نے اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے۔



## ایک کٹ جتنی کا ازالہ :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر میں وارد انکے الفاظ: ”نَعَمْ (نِعْمَت) البدعةُ هذه“ سے بعض لوگ بڑی کٹ جتنی کرتے ہیں اور اس کو بنیاد بنا کر بدعات کے ایک انبار کو جواز مہیا کرنا چاہتے ہیں بلکہ ان الفاظ سے انھوں نے باقاعدہ ایک اصول گھڑ لیا ہے کہ بعض بدعات حسنہ بھی ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو بدعات حسنہ قرار دیا ہے ۔

اور بدعت حسنہ وسنہ کی اس تقسیم کے بعد وہ اپنی ایجاد کردہ بدعات کو جواز مہیا کرتے پھرتے ہیں جو کہ کئی وجوہ کی بناء پر صحیح نہیں ہے :

اولاً : اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ذہن نشین رہنی چاہیے کہ بدعات کی یہ تقسیم ہی صحیح نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بدعت کو ہی گمراہی اور موجب جہنم قرار دیا ہے، چنانچہ صحیح مسلم، اور سنن اربعہ، مسند احمد، بیہقی، دارمی اور مستدرک حاکم میں مروی معروف خطبہ مسنونہ (جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین، اور ائمہ دین رحمہم اللہ ہر وعظ وارشاد کی مجلس میں پڑھا کرتے تھے اور علماء امت آج تک خطبات جمعہ وغیرہ میں پڑھتے چلے آ رہے ہیں) اُس کے آخر میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی ہیں :

(و شرّ الأمور محدثاتہا و کلّ محدثۃ بدعة و کلّ بدعة ضلالة)

”اور بدترین افعال، دین میں داخل کی جانے والی نئی ایجادات ہیں اور ہر ایسی ایجاد بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے“

اور سنن نسائی و صحیح ابن خذیمہ میں یہ الفاظ بھی ہیں :

(و کلّ ضلالة فی النار)

”اور ہر گمراہی کا انجام نارِ جہنم ہے“۔ (مشکوٰۃ ۵۱/۱)۔

جبکہ تمام بدعات سے بچنے کے بارے میں ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح ابن حبان اور سنن درامی میں ارشاد نبوی ﷺ ہے :

(من يَعمش منكم فسيروا اختلافاً كثيراً فعيكم بستي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين ، عضوا عليها بالنواجذ و ايّاكم و محدثات الأمور فان كلّ بدعة ضلالة ) .

”تم میں سے جو شخص (تادیر) زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا (ایسے میں) تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ مضبوطی سے اپنائے رکھنا اور خبردار! دین میں ایجاد کیئے جانے والے نئے امور سے بچ کر رہنا کیونکہ ہر ایسا طریقہ (بدعت) گمراہی ہے۔“

(بحوالہ ریاض الصالحین ص: ۸۷، مراجعہ الارناؤوط طبع دارالمأمون، دمشق)۔

ان احادیث سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حسنہ و سیئہ والی تقسیم صحیح نہیں بلکہ (کمل) کے لفظ سے نبی ﷺ نے ہر بدعت کو ہی گمراہی و موجب جہنم قرار دیا ہے .

ثانیاً: اس اثر فاروقی بدعات حسنہ پر استدلال کے صحیح نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں جو لفظ (بدعت) استعمال ہوا ہے وہ اپنے متبادر و معروف معنوں میں نہیں ہے بلکہ یہ تو (مشاکلہ) ہے جو کہ عربوں میں معروف تھا کہ ایسا لفظ استعمال کرنا جس سے اس کا اصل معنی نہیں بلکہ کوئی دوسرا معنی مراد ہوتا ہے۔ خود قرآن کریم میں اس مشاکلہ کی مثال موجود ہے، چنانچہ سورۃ البقرہ آیت: ۱۳۸ میں ارشاد الہی ہے :

﴿صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً﴾

”اللہ کا رنگ، اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے؟“

یہاں (صبغة) سے اس کا متبادر و معروف لغوی معنی رنگ یا پاؤڈر تو نہیں، بلکہ ”دین اسلام“ مراد ہے۔ اسی طرح ہی قول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں بدعت سے مراد صرف یہ ہے: ”گزشتہ ایام میں نہ پائی

جانے والی چیز کو وجود میں لانا۔“ جبکہ یہ بھی نہیں کہ یہ تراویح کی جماعت سابق میں بالکلہ موجود ہی نہیں تھی، یہ موجود تھی اور اسکا اجراء اسکے سنت رسول ﷺ ہونے کے پیش نظر ہی کیا گیا تھا جیسا کہ تفصیل ذکر کی جا چکی ہے۔ اور یہاں یہ بات بھی ذکر کر دیں کہ نبی ﷺ کے چند دن تراویح کی جماعت کرانے کے بعد اسکی جماعت کو ترک کر دینے سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ پھر عہد فاروقی تک دوبارہ کبھی جماعت ہی نہیں ہوئی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسجد میں گروہوں کی شکل میں مختلف آئمہ کی اقتداء میں باجماعت تراویح ثابت ہے جیسا کہ اثر فاروقی کے شروع کے الفاظ: ”ووصلی الرجل ویصلی وبصوتہ الرہط“ سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی اکیلے پڑھتا اور کسی کے ساتھ کچھ لوگ ہوتے، البتہ ایک امام کی اقتداء میں باقاعدہ جماعت کی شکل نہیں تھی جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے آخری الفاظ سے پتہ چلتا ہے۔ لہذا نماز تراویح کی جماعت کو معروف معنوں میں بدعت کہنا یا سمجھنا ہی صحیح نہیں۔ یہ بدعت تب ہوتی جب اسکا نبی ﷺ سے کوئی ثبوت ہی نہ ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ تو دیگر کتب حدیث کے علاوہ خود صحیح بخاری میں نبی ﷺ کی سنت ثابت ہے۔ غرض الفاظ عمر رضی اللہ عنہ میں وارد لفظ بدعت از قسم (مشاکلہ) ہے۔

(نیز دیکھیے ہماری کتاب ”قبولیت عمل کی شرائط“ باب ”بدعات کا اجمالی تعارف“ ص: ۱۲۷-۱۳۳ و ص: ۱۹۸-۲۱۱)

### رکعات تراویح کی تعداد :

نماز تراویح کی رکعتیں کتنی ہیں؟ اس سلسلہ میں موجودہ تعامل تو آپ کے سامنے ہے کہ کوئی آٹھ (۸) تراویح اور تین (۳) وتر، کل گیارہ رکعتیں پڑھتا ہے، کوئی دس (۱۰) تراویح اور تین (۳) وتر، کل تیرہ رکعتیں پڑھتا ہے اور کوئی بیس تراویح (۲۰) اور تین (۳) وتر، کل تیس (۲۳) رکعتیں پڑھتا ہے۔

جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں، علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری میں، امام شوکانی نے نیل الاوطار میں اور علامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں اور دیگر آئمہ و فقہاء اور اہل علم نے اپنی اپنی کتب میں عہد خلافت راشدہ کے بعد والے مختلف لوگوں سے رکعات تراویح کی مختلف تعداد نقل کی ہے۔ ان

میں بغیر وتر کے اور وتر سمیت گیارہ (۱۱) اور تیرہ (۱۳) رکعتیں بھی منقول ہیں اور نماز تراویح ہی کی سولہ (۱۶)، بیس (۲۰)، چوبیس (۲۴)، اٹھائیس (۲۸)، چونتیس (۳۲)، چھتیس (۳۶)، اڑتیس (۳۸)، انتالیس (۳۹)، چالیس (۴۰)، اکیالیس (۴۱)، چھیالیس (۴۶)، سینتالیس (۴۷)، اور انچاس (۴۹) رکعتیں بھی منقول ہیں۔ (دیکھیے: فتح الباری ۲/۲۵۳-۲۵۳، عمدۃ القاری ۲/۱۷۸-۲۰۴، ۲۰۵-۱۲۶/۱۱-۱۲، نیل الاوطار ۲/۵۳۲، تحفۃ الاحوذی ۵۲۲/۳-۵۳۲)۔

ایک عام آدمی رکعات تراویح میں اختلاف کی یہ بھر مار دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ آخر صحیح بات کیا ہے؟ اور اس اختلاف کا حل کیا ہے؟

ان عرب ممالک اور خلیجی ریاستوں میں تو وُتروں سمیت تیرہ رکعتوں کا بھی رواج ہے، جسمیں دراصل نمازِ عشاء کی آخری دو سنتیں یا فجر کی دو سنتیں یا محض دو افتتاحی رکعتیں شامل ہوتی ہیں جیسا کہ عمدۃ القاری (بحوالہ سابقہ) تحفۃ الاحوذی (حوالہ سابقہ)، شرح النووی علی مسلم (۲۱۰/۶، ۲۱۳)، صلوٰۃ التراویح للالبانی (ص: ۳۰-۳۲ مترجم) اور فتح الملہم مولانا شبیر احمد عثمانی (۲۸۸/۲)، میں تفصیل مذکور ہے۔

ہمارے برصغیر کے ممالک پاک و ہند وغیرہ میں صرف دو ہی عدد معروف ہیں: ایک وُتروں سمیت گیارہ (۱۱) رکعات یعنی آٹھ (۸) تراویح، اور دوسرا وُتروں سمیت تینیس (۲۳) رکعات یعنی بیس (۲۰) تراویح، اور ان ہر دو نظریہ کے قائلین علماء نے اپنا اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے آج تک بیشمار کتابیں، رسالے اور مضامین و مقالے لکھے ہیں اور فریقین نے ہی اپنی اپنی بات منوانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ لیکن عوام الناس کے نزدیک آج بھی یہ سوال باقی ہے کہ آخر صحیح بات اور عددِ مسنون کیا ہے؟ اور فقہاء مذاہب کے مابین پائے جانے والے اس اختلاف کا حل کیا ہے؟

مسنون عددِ تراویح:

ہم یہاں گیارہ (۱۱) سے لیکر انچاس (۴۹) رکعات تراویح کے سلسلہ میں پائے جانے والے اقوال، انکے دلائل اور توجیہات کے تذکرہ سے بات کو طول نہیں دینا چاہتے، اہل علم اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں، ہمارے سامنے صرف ایک ہی نقطہ ہے، اور ہم اسے ہی زیر بحث لائے ہیں اور وہ نقطہ ایک سوال ہے کہ حدیث رسول ﷺ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں نماز تراویح کا مسنون عدد یا مسنون نماز تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں؟

### پہلی حدیث :

اس سلسلہ میں جو احادیث ملتی ہیں ان میں سے :

صحیح بخاری و مسلم ابوداؤد و ترمذی، نسائی، مسند احمد، ابی عوانہ، موطا مالک اور سنن بیہقی میں حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

(انہ سأل عائشة رضي الله عنها: كيف كانت صلوة الرسول ﷺ في رمضان؟ فقالت: ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة... الخ)

”انھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ماہ رمضان (کی راتوں) میں نبی ﷺ کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ انھوں نے جواب دیا: آپ ﷺ رمضان یا کسی دوسرے مہینے میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے“۔ (بخاری مع الفتح ۳۳۳ کتاب التجدد، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ ۲۵۱/۴، مسلم مع نووی ۶۲۳/۱، کتاب صلوة التراويح لالالبانی ص: ۳۰ مترجم اردو، باب فضل من قام رمضان)۔

یہ گیارہ رکعتیں تین ترووں سمیت ہیں اور ان میں تراویح کی تعداد صرف آٹھ (۸) رکعتیں ہیں جیسا کہ خود اسی حدیث کے الفاظ ہیں :

(يصلی أربعاً فلا تسأل عن حُسنهنّ و طولهنّ ثم یصلی أربعاً فلا تسأل عن حُسنهنّ و طولهنّ ثم یصلی ثلاثاً... الخ)

”آپ ﷺ چار (۴) رکعتیں پڑھتے جن کے طول اور حسن کا مت پوچھو، پھر آپ ﷺ چار (۴) رکعتیں پڑھتے جن کے طول و حسن کے بھی کیا کہنے، اور پھر تین (۳) پڑھتے تھے“۔  
(حوالہ جات سابقہ )

صحیحین وغیرہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے قیام اللیل، قیام رمضان، تہجد یا تراویح کی تعداد آٹھ (۸) رکعتیں اور تین (۳) وتر، کل گیارہ (۱۱) رکعتیں تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ بھی پڑھی جاسکتی ہیں یہ جائز تو ہے لیکن (مستحب) یہی ہے کہ چار رکعتوں کو دو سلاموں کے ساتھ یعنی دو دو کر کے پڑھا جائے، کیونکہ نبی ﷺ کا عام معمول اور معروف طریقہ عمل یہی تھا اور صحیح مسلم میں ارشاد نبوی ﷺ ہے :

(صلوۃ اللیل مثنی مثنی)

”رات کی [نفلی] نماز دو دو رکعتیں ہے“۔ (مسلم ۵۱۶۱-۵۱۹، تحقیق، طبرانی، بحوالہ صحیح الجامع ۲/۲۵۶)۔

اس حدیث کا تقاضا بھی یہی ہے، امام نووی نے یہی موقف اختیار کیا ہے، اگرچہ شافعیہ اور شیخ ابن باز کے نزدیک چار رکعتیں ایک سلام سے جائز ہی نہیں۔  
(الفقہ علی المذاہب الاربعہ، شرح مسلم ۳۰/۶۳)۔

ساتھ الشیخ ابن باز نے اپنے ایک فتویٰ میں لکھا ہے کہ چار رکعتوں والی حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سلام ہر دو رکعتوں کے بعد ہی پھیرتے تھے نہ کہ چار رکعتیں مسلسل پڑھنے کے بعد، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

(صلوۃ اللیل مثنی مثنی)۔

”رات کی نفل نماز دو دو رکعتیں ہے“ (حوالہ جات گزر گئے ہیں)۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

(كان النبي ﷺ يصلي من الليل إحدى عشرة ركعة يسلم من كل اثنتين و يوتر بواحدة)۔

”نبی ﷺ رات کو دو دو رکعتیں کر کے دس رکعات پڑھا کرتے تھے اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھتے تھے“۔ (متفق علیہ)۔

اور اس معنی کی کئی احادیث ہیں اور مختلف احادیث ایک دوسرے کی تفسیر بیان کرتی ہیں۔  
(فتاویٰ الصیام، ص: ۸۷ جمع وتر تہجد محمد المسند)۔

### ایک شبہ کا ازالہ :

یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ یہ تو آپ ﷺ کی نماز تہجد یا قیام اللیل کی رکعتیں تھیں نہ کہ نماز تراویح کی۔

جبکہ اس اعتراض کا جواب یا اس شبہ کا ازالہ اس طرح ممکن ہے جو کہ اسی حدیث کے اندر ہی موجود بھی ہے کہ راوی نے قیام رمضان یا مروجہ اصطلاح کی رو سے نماز تراویح کے بارے میں سوال کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُسے جواب بھی اُسی کے بارے میں دیا۔ اور اہل علم کے مابین اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ بقیہ مہینوں کی نماز تہجد ہی رمضان المبارک کی نماز تراویح ہے۔ کیونکہ رمضان شریف میں اس نماز تراویح کے علاوہ تہجد پڑھنا نبی ﷺ سے کسی حدیث میں ثابت نہیں، اور اسی بات کی صراحت ممتاز خفی عالم علامہ انور شاہ کشمیری نے فیض الباری اور تقریر ترمذی [عرف الشذی] میں کی ہے۔ (العرف الشذی ص: ۳۰۹، اور بعض طباعتوں میں ص: ۳۲۹، و فیض الباری ۲/۴۲۰، و لتفصیل صلوٰۃ التراویح لالالبانی ص: ۳۲-۳۳ اردو)۔

### نماز تراویح، قیام اللیل، صلوٰۃ اللیل اور تہجد :

غرض یہ چاروں نام ایک ہی نماز کے ہیں، سال کے گیارے مہینوں میں جو نماز دوسرے تین ناموں سے پڑھی جاتی ہے اسے ہی ماہ رمضان میں تراویح کے نام سے ادا کیا جاتا ہے اور جن تین راتوں میں نبی ﷺ نے نماز تراویح کی جماعت کروائی تھی اُن راتوں میں الگ سے تہجد کے نام سے نبی ﷺ کا قیام

لیل ادا کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تراویح کی جماعت سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت ہی نہیں بچا تھا کہ کوئی دوسری متعدد رکعتوں والی نماز پڑھی جاسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری اور دیگر محدثین کرام نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی قیام لیل یا تہجد کی گیارہ رکعتوں والی نماز پر مشتمل حدیث کو کتاب التراویح میں ذکر کیا ہے۔

(۱) اس نماز تراویح کے ہی تہجد ہونے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ رمضان میں تہجد کی جگہ صرف تراویح ہی پڑھنے اور تہجد کے نام سے دوسری کوئی نماز نہ پڑھنے کی واضح دلیل وہ حدیث ہے جس میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیسویں (۲۳) روزے تک قیام نہیں کروایا اور اس رات جب قیام کروایا تو اتنی لمبی قراءت فرمائی کہ پہلی رات کا ایک تہائی حصہ اور دوسری رات کا آدھا حصہ قیام میں ہی گزر گیا..... اور تیسری رات جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کی جماعت کروائی تو اتنی لمبی تلاوت فرمائی:

(حتیٰ تخوفنا ان یفوتنا الفلاح قلت : ما الفلاح ؟ قال السحور)۔ (ابوداؤد، حدیث: ۱۳۶۲، ترمذی، حدیث: ۸۷۷، نسائی، حدیث: ۱۳۶۴، صحیح ابن حبان، حدیث: ۲۵۳۸، صحیح ابن خزیمہ ۳/۳۳۸، حدیث: ۲۲۰۶)۔

”حتیٰ کہ ہم ڈر گئے کہ آج کہیں ہم فلاح سے ہی نہ رہ جائیں، میں نے عرض کیا کہ فلاح سے کیا مراد ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: سحری کھانا“۔

یہ الفاظ صحیح ابن خزیمہ کے ہیں، جنھوں نے اسے صحیح السند قرار دیا ہے، ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے بھی اسے صحیح کہا ہے اور علامہ البانی نے انکے صحیح کہنے کو برقرار رکھا ہے۔ (دیکھیے: صحیح ابن خزیمہ ۳/۳۳۸ تحقیق الاعظمی)۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز صحابہ کرام کو تراویح پڑھائی اور یہ سلسلہ بند کر دیا اور اس کا سبب بعض روایات

میں یہ بیان فرمایا:



(ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوٰۃ اللیل فتعجزوا عنها)۔ (فتح الملبم ۲/۳۲۲)۔  
 ”لیکن مجھے خدشہ ہو گیا کہ کہیں تم پر صلوٰۃ اللیل فرض نہ کر دی جائے اور تم اس سے عاجز رہ جاؤ۔  
 جبکہ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں:

(خشیت ان يفرض علیکم قیام اللیل هذا الشهر)۔ (فتح الملبم ایضاً)۔  
 مجھے خدشہ ہوا کہ اس ماہ کا قیام کہیں تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔“

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ان راتوں میں جس نماز کی جماعت نبی ﷺ نے کروائی تھی وہ تراویح ہی تھی۔ اور ایسے ہی ان احادیث صحیحہ کی بعض روایات میں صلوٰۃ اللیل اور قیام هذا الشهر بھی کہا گیا ہے۔  
 تو گویا تراویح ہی رمضان میں صلوٰۃ اللیل اور تہجد بھی ہے۔

(۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی نماز تہجد و تراویح کو ایک ہی سمجھتے تھے اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں تراویح پڑھتے تھے جبکہ وہ رات کے آخری حصہ میں تراویح پڑھا کرتے تھے مگر صرف ایک ہی مرتبہ جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیری حنفی نے تفصیل ذکر کی ہے۔ (فیض الباری ۲/۴۲۹)۔

(۴) علامہ کشمیری رحمہ اللہ حنفی نے امام محمد بن نصر مروزی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض علماء سلف کا کہنا ہے کہ جو شخص تراویح پڑھے اسے پھر تہجد نہیں پڑھنی چاہیئے اور بعض علماء نے مطلق نوافل کی اجازت دی ہے، اور آگے لکھتے ہیں کہ علماء سلف کا یہ اختلاف رائے بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔ (فیض الباری ۲/۴۲۰)۔

تہجد و تراویح میں فرق ثابت کرنے کی بعض کاوشوں کا مختصر جائزہ:

سابقہ دلائل کی روشنی میں انصاف و دیانت کے ساتھ غور کرنے پر واضح ہو جاتا ہے کہ تہجد و تراویح دونوں نام ایک ہی نماز کے ہیں تاہم بعض حضرات بڑے شد و مد سے دونوں میں فرق کرنے کے قائل ہیں اور اس فرق کو نمایاں کرنے کیلئے بعض نکات کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ جن کی حقیقت کو واضح گاف کرتے

ہوئے ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس لکھتے ہیں:

(۱) ایک فرق یہ بتلایا جاتا ہے کہ تراویح شروع رات میں پڑھی جاتی ہے اور تہجد اخیر رات میں۔ مگر یہ محض غلط فہمی ہے۔ تہجد اور تراویح کا وقت بالکل ایک ہے یعنی تراویح کے بعد سے فجر کے پہلے تک۔ چنانچہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان مروی ہے کہ:

” رسول اللہ ﷺ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر تک کے وقفہ میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے“ اور دوسری روایت میں انہوں نے اس کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ:

” آپ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں تہجد کی نماز پڑھی ہے۔ کبھی شروع رات میں، کبھی درمیان رات میں، اور کبھی اخیر رات میں۔“ (صحیح مسلم ۱-۲۵۵ وغیرہ)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

” ہم نبی ﷺ کو رات کے جس کسی حصہ میں سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے دیکھ سکتے تھے۔ اور نماز کی حالت میں دیکھنا چاہتے تو دیکھ سکتے تھے۔“ (نسائی، اور شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ صحیح بخاری میں بھی ہے، دیکھیے حاشیہ مشکوٰۃ ۱-۳۷۹)۔

یعنی آپ ﷺ نے تہجد کے لئے رات کا کوئی حصہ مثلاً ابتدائی یا درمیانی یا آخری مخصوص نہیں کر رکھا تھا، بلکہ رات کے جس حصہ میں کسی روز نماز پڑھتے، اسی حصہ میں کسی روز سوتے تھے۔ اس طرح چند روز مسلسل آپ کو دیکھا جاتا تو رات کے ہر حصہ میں کبھی سوتے اور کبھی جاگتے ہوئے دیکھا جاسکتا تھا۔

یعینہ یہی معاملہ تراویح کا ہے کہ اسے رات کے جس حصہ میں چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ عام لوگ سہولت کیلئے شروع رات میں پڑھتے تھے، مگر حضرت عمرؓ اور اخیر رات میں پڑھتے تھے، نبی ﷺ نے تیسری رات اور بعد میں صحابہ نے بھی کبھی کبھی اسے سحر تک طول دے دیا تھا۔

(۲) تہجد اور تراویح میں ایک دوسرا فرق یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور تہجد

مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے، دونوں ہی نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہیں اور بلاجماعت بھی۔ تہجد میں نبی ﷺ کے ساتھ دوسروں کی شرکت کے واقعات بھی ملتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار ابن عباس رضی اللہ عنہما شریک تھے۔ ایک بار حضرت حذیفہ، ایک بار حضرت ابن مسعود اور ایک بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

(صحیح مسلم ۱۶۰۱-۱۶۲۱)

تراویح کی نماز بھی نبی ﷺ نے صرف تین رات جماعت سے پڑھائی، اس کے بعد فرضیت کے اندیشہ سے جماعت موقوف کر دی۔ اور گھروں میں پڑھنے کا مشورہ دیا، اس پر خلافت فاروقی کے ابتدائی دور تک عمل ہوتا رہا۔ (صحیح بخاری ۱۴۷۱-۱۹۸)۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کے حسب مشورہ صحابہ اپنے اپنے گھروں میں بلاجماعت تراویح پڑھتے رہے۔ بلکہ جو حضرات مسجد نبوی ﷺ میں آتے تھے، ان میں بھی کوئی اکیلا پڑھتا تھا۔ اور کسی کے پیچھے چند افراد کی ایک ٹوٹی کھڑی ہو جاتی تھی۔ ایک ہی نماز ایک ہی مسجد میں مختلف ٹولیوں کے اندر بٹ کر پڑھنے میں کئی خطرات مضمحل ہو سکتے تھے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں آنے والوں کو ایک ہی امام کے تحت جمع کر دیا۔ کیونکہ اب فرضیت کا اندیشہ نہیں رہا تھا۔ اور نبی ﷺ کی مطلوبہ مصلحت پوری ہو چکی تھی۔ لیکن خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر حضرات بھی اس جماعت میں شریک نہ ہوتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اخیر رات میں تراویح پڑھنا افضل سمجھتے تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تراویح کیلئے جماعت نہ ضروری ہے، نہ اہم۔ اسے باجماعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور بلاجماعت بھی۔ اور بعینہ یہی حکم تہجد کا بھی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اگر ایک ہی نماز کسی زمانہ میں جماعت سے اور کسی زمانہ میں بلاجماعت پڑھی جائے تو محض باجماعت اور بلاجماعت کے فرق سے وہ دونوں دوا لگ الگ نمازیں نہیں ہو جاتیں۔ آخر وتر کی نماز بھی گیارہ مہینہ بلاجماعت پڑھی جاتی ہے اور رمضان میں جماعت کے ساتھ۔ لیکن کیا کوئی اس بات

کا قائل ہے کہ گیارہ مہینہ تو یہ وتر ہے اور رمضان میں وتر نہیں بلکہ کچھ اور ہے؟

(۳) تہجد اور تراویح میں ایک تیسرا فرق یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ تہجد کی مشروعیت نص قرآنی سے ہوئی ہے۔ ﴿فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ﴾۔ (بنی اسرائیل: ۷۹)۔

”[رات کے کچھ حصہ میں] تہجد کی نماز میں [قرآن پڑھیں]۔“

اور: ﴿قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا﴾۔ (الزمر: ۲)۔

”رات کو قیام کرو مگر تھوڑی رات میں۔“

اور تراویح کی مسنونیت احادیث سے ہوئی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: (سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ)۔ (نسائی، یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ کچھ تفصیل آگے آ رہی ہے)۔

یعنی ”میں نے رمضان کے قیام کو مسنون کیا۔“

مگر یہ استدلال بھی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ مذکورہ دونوں آیتوں سے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ تہجد اور قیام اللیل دونوں ایک ہی نماز کے نام ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جس قیام اللیل کی مشروعیت نص قرآنی سے ہو رہی ہے وہ رمضان اور غیر رمضان دونوں کو شامل ہے اس کی تائید نبی ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

(جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَ قِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا)۔

(سنن کبریٰ بیہقی بسند ضعیف جیسا کہ شیخ البانی نے لکھا ہے، حاشیہ مشکوٰۃ ۱/۶۱۳)۔

”اللہ نے اس [رمضان] کا روزہ فرض کیا ہے اور اس کا قیام نفل بنایا ہے۔“

اب (سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ) والی حدیث کو لیجئے۔ اس میں تراویح کا لفظ نہیں ہے بلکہ [قِيَامَهُ] قیام رمضان کا لفظ ہے اور نص قرآنی قیام رمضان کو بھی شامل ہے۔ اور جب قیام رمضان ہی کا نام تراویح ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نص قرآنی اس کو شامل نہیں۔ پس حقیقت یہ ہے کہ تراویح کی مشروعیت نص قرآنی ہی سے ہوئی ہے۔

رہی (سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ) والی حدیث تو یہ سخت ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی نصر بن شبیان کے

متعلق ابن معین کا ارشاد ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ امام بخاری اور امام دارقطنی نے بھی اس کی اس

حدیث کی تضعیف کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ۴۳۸/۱۰، میزان الاعتدال ۲۳۴/۳) پھر یہ حدیث مذکورہ سابقہ حدیث کے معارض بھی ہے لیکن اس کے باوجود اگر اسے لائق اعتبار مان بھی لیں تو یاد رہے کہ شارعِ حقیقۃ اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے نبی ﷺ کی طرف قیامِ رمضان کی نسبت مشروعیت کے اعتبار سے نہیں، بلکہ صرف اس اعتبار سے ہے کہ آپ ﷺ نے عام تہجد کے مقابلہ میں اس کی طرف زیادہ توجہ اور شوق دلایا ہے۔ اس کے فضائل و برکات بیان کیے ہیں۔ تعداد رکعات اور کیفیت ادا وغیرہ کی تفصیلات بتائی ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ لیلۃ القدر کی مشروعیت اور مسنونیت کا ذکر خصوصی طور پر قیامِ رمضان سے الگ کیا گیا ہے، مگر کوئی نہیں کہتا کہ لیلۃ القدر کی نماز عام قیامِ رمضان سے جدا کوئی نماز ہے۔ اسی طرح قیامِ رمضان [تراویح] کا ذکر تہجد سے الگ ہو جانے کی وجہ سے وہ کوئی جدا نماز نہیں بن جاتی۔

آئیے! اس سلسلہ میں مولانا نور شاہ کشمیری کا ایک جامع بیان پڑھیے! وہ لکھتے ہیں:

(قَالَ عَامَّةُ الْعُلَمَاءِ أَنَّ التَّرَاوِيحَ وَصَلَاةَ اللَّيْلِ نَوْعَانِ مُخْتَلِفَانِ وَالْمُخْتَارُ عِنْدِي أَنَّهُمَا وَاحِدٌ وَإِنْ اخْتَلَفَتْ صِفَتُهُمَا ..... وَجَعَلُ اخْتِلَافِ الصِّفَاتِ دَلِيلًا عَلَى اخْتِلَافِ نَوْعِيهِمَا لَيْسَ بِحَيِّدٍ عِنْدِي ، بَلْ كَانَتْ تِلْكَ صَلَاةً وَاحِدَةً إِذَا تَقَدَّمَتْ سُمِّيَتْ بِاسْمِ التَّرَاوِيحِ وَإِذَا تَأَخَّرَتْ سُمِّيَتْ بِاسْمِ التَّهَجُّدِ ، وَلَا بَدْعَ فِي تَسْمِيَّتِهَا بِاسْمَيْنِ عِنْدَ تَغَايُرِ الْوُصْفَيْنِ ، فَإِنَّهُ لَا حَرَجَ فِي التَّغَايُرِ الْإِسْمِيِّ إِذَا اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ وَإِنَّمَا يُبَيَّنُّ تَغَايُرِ النُّوعَيْنِ إِذَا اثْبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى التَّهَجُّدُ مَعَ إِقَامَتِهِ بِالتَّرَاوِيحِ)۔ (فيض الباری ۴۲۰/۲)

یعنی عام طور پر علماء [حنفیہ] یہ کہتے ہیں کہ تراویح اور صلوٰۃ اللیل [تہجد] دو مختلف النوع نمازیں ہیں۔ لیکن میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں ایک ہیں۔ اگرچہ ان دونوں کے اوصاف میں کچھ اختلاف ہے..... مگر صفات کے اختلاف کو نوعی اختلاف کی دلیل بنانا میرے نزدیک ٹھیک نہیں ہے۔ حقیقت میں

یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔ اول شب میں پڑھی گئی تو اس کا نام تراویح ہوا۔ اور آخر شب میں ادا کی گئی تو اس کا نام تہجد ہوا۔ اور جب ان دونوں کے اوصاف میں کچھ اختلاف بھی ہے تو اس لحاظ سے اگر اس کے دونام ہوں تو کیا تعجب ہے؟ ہاں! ان دونوں نمازوں کا متغائر النوع ہونا اس وقت ثابت ہوگا جب یہ ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے تراویح کے ساتھ ساتھ نماز تہجد بھی ادا فرمائی تھی۔

مولانا انور شاہ کا بیان آپ نے پڑھ لیا، جن کے متعلق مولانا اشرف علی تھانوی کا ارشاد ہے کہ:

”اس امت میں انکا وجود اسلام کی صداقت کی دلیل اور مستقل معجزہ ہے۔“ (الفرقان بریلی، صفر ۱۳۷۲ھ)۔

اب مزید اطمینان کیلئے مولانا رشید احمد گنگوہی کا بیان بھی پڑھیے:

”براہل علم پوشیدہ نیست کے قیام رمضان اور قیام اللیل فی الواقع یک نماز است کہ در رمضان برائے تیسیر مسلمین در اول شب مقررہ کردہ شد، و ہنوز عزیمت در ادائش آخر شب است..... نزد ہموں قائل فرضیت تہجد بر آں حضرت ﷺ تراویح نفس تہجد است علی التحقیق..... و برائے کسے کہ تہجد رابر آنحضرت ﷺ منسوخ گوید چنانچہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہست رواہ مسلم فی سننہ پس مواظبت تہجد دلیل سنت مؤکدہ خواہد بود، و دلائل قولیہ ناظر است بہا، مگر تہجد رمضان کہ تراویح ست بدلیل قول سنت مؤکدہ خواہد ماند۔ اللہ اعلم۔“ (طائف قاسمیہ ص: ۱۳۔ ۷۱ مکتوب سوم)۔

اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ قیام رمضان [تراویح] اور قیام اللیل [تہجد] فی الواقع دونوں ایک ہی نماز ہے۔ جو رمضان میں مسلمانوں کی آسانی کیلئے اول شب میں مقرر کر دی گئی ہے۔ مگر اب بھی عزیمت اسی میں ہے کہ آخر شب میں ادا کی جائے..... جو لوگ آنحضرت ﷺ کے حق میں تہجد کی فرضیت کے قائل ہیں انکے نزدیک محقق بات یہ ہے کہ تراویح عین تہجد ہے..... اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تہجد کی فرضیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں بھی منسوخ ہوگئی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ تو ان کے مسلک کے مطابق تہجد پر آنحضرت ﷺ کی مواظبت اسکے سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل

ہوگی۔ اور قولی حدیثیں استحباب پر دلالت کریں گی۔ مگر رمضان کی تہجد جو عین تراویح ہے دلیل قولی کی بنا پر سنت مؤکدہ ہی رہے گی۔ اللہ اعلم۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ رمضان کے تہجد ہی کا نام تراویح ہے۔ اسلیئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جسمیں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس سے کسی ادنیٰ شبہ کے بغیر تراویح کی تعداد گیارہ رکعت مسنون ثابت ہوتی ہے۔

### دوسری حدیث:

نماز تراویح کے مسنون عدد کے تعین پر دلالت کرنے والی دوسری حدیث معجم طبرانی صغیر، قیام اللیل مروزی صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

(صلی بنا رسول اللہ ﷺ فی رمضان ثمان رکعات و اوتر) .

”ہمیں نبی ﷺ نے ماہ رمضان میں نماز (تراویح) کی آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور وتر پڑھائے۔“

(صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۳۸، اور شیخ البانی نے اسے تعلیقات ابن خزیمہ میں صحیح قرار دیا ہے، بحوالہ تحفۃ الاحوذی ۳/۵۲۵، وصلوۃ التراویح ص: ۳۳-۳۴، مختصر قیام اللیل للمروزی ص: ۱۵۵ طبع حدیث الکیڈمی فیصل آباد، التعلیق لمجد ص: ۱۳۸، المرعاة ۲/۲۹۹، علامہ ذہبی نے اسکی سند کو اوسط درجے کی قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال ۳/۳۱۱) .

یہ حدیث بھی صحیحین والی حدیث کے معنی میں اور اسکی مؤید ہے۔ اور ایک عینی شاہد کی شہادت ہے۔ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث میں آگے پورا واقعہ بیان کیا ہے کہ اس سے اگلی رات بھی ہم سب اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کی آمد کے منتظر رہے، لیکن آپ ﷺ باہر تشریف نہیں لائے اور صبح پوچھنے پر بتایا:

(انّی خشیت أن یتکب علیکم) . (حوالہ جات سابقہ)

”میں ڈر گیا تھا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔“

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس حدیث کو ذکر کرنے اور جرح و تعدیل بیان کرنے کے بعد کہا

ہے کہ اسکی سند اوسط درجے کی ہے اور نبی ﷺ کی رکعات تراویح کی تعداد ذکر کرنے کیلئے حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ اور مقدمہ فتح الباری میں انکی اپنی صراحت کی رو سے کہ وہ فتح الباری میں جس حدیث سے بھی استدلال کریں گے وہ صحیح یا کم از کم حسن درجہ کی ہوگی۔ یہ حدیث کم از کم حسن درجہ کی ثابت ہوتی ہے (جو کہ علامہ ذہبی کے قول کے موافق ہے) اس حدیث کی سند کے ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ پر مولانا شوق نیوی نے آثار السنن نامی اپنی کتاب میں کچھ کلام نقل کیا ہے جبکہ علامہ عبدالرحمن مبارکپوری نے علامہ ذہبی رحمہ اللہ جیسے (ابن حجر کے نزدیک نقد رجال میں استقراء تام کا درجہ رکھنے والے) محدث کے مقابلہ میں، انکے کلام کو قابل التفات قرار نہیں دیا۔

(دیکھیے: تحفۃ الاخوان ۳/۵۲۵)۔

### تیسری حدیث :

تعداد تراویح کے تعین اور مسنون عدد کے تقرّر سے تعلق رکھنے والی تیسری حدیث مسند ابی یعلیٰ اور معجم طبرانی اوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے مروی ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں :

(جاء أبيُّ بنُ كعب الى رسول الله ﷺ فقال : يا رسول الله ! انه كان مني الليلة شئٌ يعني في رمضان ؟ قال : وما ذاك يا أبي ؟ قال : نسوة في داري قلن : انا لا نقرأ القرآن ، فنصلي بصلواتك ، قال: فصليت بهن ثمان ركعات و اوترت ، فكانت سنة الرضاء و لم يقل شيئاً )

”حضرت ابی بن کعب ؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض گزار ہوئے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ! آج رات یعنی رمضان کی رات میں مجھ سے ایک کام سرزد ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابی! وہ کیا کام ہے؟ کہنے لگے: میرے گھر کی خواتین نے کہا: ہم قرآن (زیادہ) نہیں پڑھتیں لہذا ہم آپ کے ساتھ تراویح پڑھیں گی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے انھیں آٹھ رکعتیں (تراویح) پڑھائیں اور پھر وتر۔ یہ آپ ﷺ کی سنت رضاء (تقریری حدیث) ہے، کیونکہ آپ



ﷺ نے ان سے کچھ نہ کہا۔ (بحوالہ تحفۃ الاحوذی ۵۲۵/۳-۵۲۶، مجمع الزوائد ۴/۳۷۳، قیام اللیل مروزی

ص: ۱۵۵، اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: فسکت عنه و کان شبه الرضاء آپ ﷺ خاموش ہو گئے جو کہ آپ ﷺ کی رضاش مندی کی علامت ہے، والفتح الربانی ۱۵/۱۵)۔

مجمع الزوائد میں علامہ پیشی کے بقول یہ حسن درجے کی حدیث ہے اور کسی کام کا آپ ﷺ کے علم میں لایا جانا کسی کام کو آپ ﷺ کا پیشتم خود ملاحظہ فرمانا اور پھر اس پر خاموش رہنا، یہ آپ ﷺ کی رضا مندی کی دلیل ہے جیسا کہ خود اسی حدیث کے الفاظ سے پتہ چل رہا ہے۔ اور اگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ فعل (آٹھ تراویح اور وتر پڑھنا) صحیح نہ ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اس پر نکیر فرماتے، خاموش نہ رہتے کیونکہ کسی غلط کام کو ہوتے دیکھ کر یاسن کر نکیر کیئے بغیر خاموشی اختیار کر لینا منصب نبوت کے ہی خلاف ہے۔

### چوتھی حدیث:

اسی موضوع کی چوتھی حدیث موطا امام مالک، سنن کبریٰ بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن سعید بن منصور میں ہے، جس میں سائب بن یزید رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں:

(أمر عمرُ بنُ الخطَّابِ رضي الله عنه أبي بن كعب رضي الله عنه وتميمًا الداري رضي الله عنه أن يقوموا للناس إحدى عشرة ركعة وكان القاريء يقرء بالمئين حتى كنا نعتد على العصا من طول القيام وما كنا ننصرف إلا في فروع الفجر) .

”امیر المؤمنین حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو گیارہ (۱۱) رکعتیں پڑھایا کریں اور امام ایک ایک رکعت میں سو سو آیات پڑھتا حتی کہ ہم تھک کر عصا کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتے تھے اور طلوع فجر کے قریب جا کر ہم نماز تراویح سے فارغ ہوتے تھے۔“ (موطا مع تنویر الحواک للسیوطی ۱۳۸/۱، مشکوٰۃ ۴/۱۷۱، تحفۃ الاحوذی ۲۵۶/۳، قیام اللیل ص: ۱۵۵، سنن کبریٰ بیہقی ۲/۲۹۶)۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد مولانا شوق نیوی حنفی لکھتے ہیں: اسنادہ صحیح کہ اسکی سند صحیح ہے۔ (الفتح ایضاً) علامہ البانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مختصر صحیح بخاری ص: ۴۷، صلوٰۃ التراویح ص: ۶۰ رد)۔

علامہ ابن عبدالبر نے امام مالک رحمہ اللہ کی گیارہ (۱۱) رکعتوں والی اس روایت کے بارے میں کہا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ اسمیں منفرد ہیں حالانکہ انکی یہ بات ایک باطل وہم ہے جیسا کہ علامہ زرقانی نے موطا کی شرح میں ابن عبدالبر کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ انکا یہ قول درست نہیں ہے اور علامہ عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی تحفۃ الاحوذی میں اور شوق نیوی نے آثار السنن میں ابن عبدالبر کے اس وہم کو باطل قرار دیا ہے۔ (شرح الزرقانی ۲۳۹/۱، الفتح ۵۲۶/۳)۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے لیے گیارہ رکعتوں کو ہی اختیار کیا ہے، چنانچہ امام سیوطی اپنے رسالہ المصاحیح فی صلوٰۃ التراویح میں اپنے ساتھیوں میں سے الجوزی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے کہا: ”جس عدد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا، مجھے وہی سب سے زیادہ محبوب ہے اور وہ ہے گیارہ رکعتیں اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے“۔ ان سے پوچھا گیا کہ وتروں سمیت گیارہ رکعتیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں اور تیرہ بھی قریب ہی ہے البتہ یہ جو بکثرت رکعتیں ہیں انکے بارے میں فرمایا: (ولا أدري من أين أُحْدِثَ هذا الركوع الكبير)۔

”میں نہیں جانتا کہ یہ بکثرت رکعتیں کس نے ایجاد کر دی ہیں“ (الفتح ۵۲۳/۳)

گیارہ رکعتوں کی روایت پر امام مالک رحمہ اللہ کی متابعت یحٰیی بن سعید قطان نے مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۸۹۲) میں، عبدالعزیز بن محمد نے سنن سعید بن منصور میں، اسماعیل بن امیہ، اسامہ بن زید، محمد بن اسحاق اور اسماعیل بن جعفر نے صحیح ابن خزیمہ (۱/۱۸۶/۴) میں کی ہے، البتہ محمد بن اسحاق نے تیرہ (۱۳) رکعات کا ذکر کیا ہے۔ امام محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل (ص: ۹۵) میں کہا ہے کہ قیام رمضان کے بارے میں سائب بن یزید کی حدیث سے زیادہ صحیح حدیث اور کوئی نہیں ہے یعنی تیرہ رکعات پڑھنے والی

جسمیں سائب بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

( کنا نصلي في زمن عمر في رمضان ثلاث عشرة ركعة ) .

”ہم عہد فاروقی میں ماہ رمضان میں قیام اللیل کی تیرہ (۱۳) رکعتیں پڑھا کرتے تھے“۔

(قیام اللیل ص: ۹۵ بحوالہ صلوٰۃ التراويح ص: ۶۰ و تحفۃ ۵۲۶/۳)۔

امام محمد بن اسحاق نے کہا ہے :

(و هذا أثبت ما سمعت في ذلك) . (فتح الباری ۲/۲۵۴)۔

”اس سے صحیح حدیث، تراویح کے سلسلہ میں، میں نے دوسری کوئی نہیں سنی“۔

اور تیرہ رکعات کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحاق اسمیں منفرد ہیں۔

پانچویں حدیث :

لیکن یہ روایت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صحیح مسلم والی اس روایت کے موافق ہے

جسمیں تیرہ رکعتوں کا ہی ذکر ہے لیکن اسمیں فجر کی دو سنتیں بھی شامل ہیں۔ (مسلم و شرح نووی ۶/۳-۱۷-۱۹)

اس طرح مختلف روایات میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

(أن رسول الله ﷺ كان يصلي ثلاث عشرة ركعة بركعتي الفجر) .

”نبی ﷺ فجر کی دو رکعتوں سمیت تیرہ (۱۳) رکعات پڑھا کرتے تھے“۔ (حوالہ سابقہ) .

مذکورہ سابقہ تمام احادیث و آثار میں گیارہ رکعتوں کا ہی ذکر آیا ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا

باقی سب قیام رمضان یا نماز تراویح کے بارے میں ہی ہیں جبکہ مطلق تہجد کے بارے میں بھی صحیح بخاری

و مسلم اور ابوداؤد میں آٹھ (۸) رکعتوں اور وتروں کا ہی ذکر ملتا ہے، زیادہ کا نہیں۔ اور ان آٹھ کے ساتھ

پانچ وتر یعنی تیرہ رکعتیں یا عشاء و فجر کی آخری و پہلی سنتوں سمیت بارہ رکعتوں یا ان میں سے کسی ایک کی

سنتوں سمیت دس رکعتوں اور تین رکعات و ترکا ذکر ملتا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ۳/۵۲۴-۵۲۷)

## گیارہ (۱۱) کے عدد کی حکمت :

سابق میں ذکر کی گئی تفصیل سے معلوم ہوا کہ نماز تراویح یا قیام رمضان و قیام اللیل کا وتر سمیت مسنون عدد گیارہ (۱۱) رکعتیں ہی ہے اور اس گیارہ کے عدد کی حکمت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں :

”مجھ پر ظاہر ہوا ہے کہ گیارہ سے زیادہ رکعتیں نہ پڑھنے کی حکمت دراصل یہ ہے کہ نماز تہجد اور وتر دونوں ہی رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں اور دن کے فرض ظہر کی چار اور عصر کی چار اور مغرب کی تین رکعتیں یعنی کل گیارہ (۱۱) رکعات دن کے وتر ہیں۔ تو مناسب یہی تھا کہ اجمال و تفصیل ہر اعتبار سے رات کی نماز بھی دن کی نماز جتنی ہی ہو۔ اور جن روایات میں تیرہ (۱۳) رکعتوں کا ذکر ہے، انکی مناسبت دن کی نمازوں کی رکعتوں سے یوں ممکن ہے کہ جب مذکورہ تین نمازوں کی گیارہ رکعتوں میں فجر کی دو فرض رکعتیں بھی شامل کر لیں تو تیرہ ہو جاتی ہیں کیونکہ اپنے مابعد کے اعتبار سے وہ بھی دن کی ہی نماز ہے۔“  
(فتح الباری ۲/۳۱۲)

## بیس (۲۰) رکعات تراویح سے متعلقہ حدیث کی حقیقت :

سابقہ تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ صحیح ترین احادیث اور آثارِ صحابہ ﷺ کی رو سے تراویح کا عدد مسنون گیارہ (۱۱) رکعتیں ہے۔ اب رہی وہ حدیث اور آثار جن سے بیس (۲۰) تراویح کا پتہ چلتا ہے۔ تو بیس تراویح کے ذکر پر مبنی نبی ﷺ تک پہنچنے والی سند پر مشتمل یعنی مرفوع حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مصنف ابن ابی شیبہ، معجم طبرانی کبیر، سنن کبریٰ بیہقی، مسند عبد بن حمید الکشی، اور معجم بغوی میں مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں :

(أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً سَوَى الْوُتْرِ) .

”نبی ﷺ رمضان میں وتروں کے سوا بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے“۔ (بحوالہ تحفۃ الاحوذی ۵۲۹/۳) .

بیس (۲۰) تراویح کے ذکر پر مبنی شائد صرف یہی ایک مرفوع حدیث ہے کیونکہ اس موضوع کی دوسری کوئی روایت ہماری نظر سے نہیں گزری، البتہ بعض صحابہ کے آثار ہیں جنہیں ہم آگے چل کر ذکر کر رہے ہیں۔ اور یہاں اس مرفوع روایت کی استنادی حیثیت کے تعین کیلئے ہم ماہرینِ فہم حدیث کے اقوال پیش کر رہے ہیں۔

(۱) معروف حنفی محدث علامہ زیلعی نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایہ میں لکھتے ہیں :

”یہ روایت امام ابو بکر ابن ابی شیبہ کے دادا ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے معلول (علت والی) ہے کیونکہ اسکے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے اور ابن عدی نے الکامل میں اسے لیں (کمزور) قرار دیا ہے، پھر یہ روایت اُس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں رمضان وغیر رمضان کسی وقت نبی ﷺ کے گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے اور ابوسلمہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث (ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرة رکعة) بھی نقل کی ہے جو ہم ”مسنون عدد تراویح“ کے تعین کیلئے پہلی حدیث کے طور پر ذکر کر آئے ہیں۔ (نصب الراية، وتختہ الاحوذی ۵۲۹/۳)۔

(۲) ایسے ہی ایک دوسرے حنفی عالم مولانا شوق نیوی اپنی کتاب آثار السنن کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو وارد کر کے آخر میں لکھا ہے کہ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان العجسی الکونی اسمیں منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

اور تہذیب الکمال میں مزی لکھتے ہیں: امام احمد، یحییٰ اور ابن داؤد نے کہا ہے کہ یہ (ابوشیبہ) ضعیف ہے۔ اور یحییٰ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ امام نسائی اور دولابی نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے اور ابوحاتم نے کہا ہے: ضعیف الحدیث سکتوا عنہ۔ حدیث بیان کرنے میں ضعیف و کمزور ہے اور محدثین اس سے حدیث روایت کرنے سے سکوت کئے ہوئے ہیں اور صالح نے کہا ہے کہ وہ

ضعیف تھا، اُسکی بیان کردہ حدیث نہ لکھی جائے اور آگے چل کر مزی کہتے ہیں: اسکی منکر روایات میں سے ایک وہ ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

ایسے ہی میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی نے بھی کہا ہے۔ (بحوالہ التحفہ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ (التقریب ص: ۲۵)۔  
نصب الراية میں علامہ زلیعی کے نقل کردہ اقوال کے بعد سے لیکر حافظ ابن حجر کے قول تک کے تمام اقوال آثار السنن میں مولانا شوق نیوی نے بھی نقل کیئے ہیں۔

(۳) ایک تیسرے خفی عالم شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ابوشیبہ کی وجہ سے یہ ضعیف ہے۔ اور تمام محدثین اس کے ضعف پر متفق ہیں اور پھر یہ ایک صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے۔ (بحوالہ التحفہ ۵۲۹/۳-۵۳۰)۔

(۴) ایک چوتھے خفی عالم علامہ عینی نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں لکھا ہے: امام ابن ابی شیبہ کے دادا قاضی واسط ابوشیبہ کی امام شعبہ نے تکذیب کی ہے، اور امام احمد، ابن معین، بخاری اور نسائی نے اُسے ضعیف قرار دیا ہے۔، اور امام ابن عدی نے اُسکی روایت کردہ اس حدیث کو اُسکی مناکیر میں سے قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۲۸/۱۱/۶)۔

(۵-۶-۷) اس حدیث کو مولانا عبداللہ لکھنوی، مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا محمد زکریا کاندھلوی جیسے علماء احناف نے بھی ضعیف کہا ہے۔ غرض امام احمد، ابن معین، بخاری، نسائی، سیوطی (الجاوی للفتاویٰ ۷۳۲) اور پیشی نے بھی ضعیف قرار کیا ہے۔ (التفصیل: عمدۃ القاری ایضاً، نماز تراویح ص: ۳۶-۳۷، وصلوۃ التراویح عربی ص: ۱۹-۲۰) التحفہ (۵۲۹/۳) میں علامہ عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں: یہ حدیث سخت ضعیف ہے جس سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ استدلال کے لائق ہی نہیں۔

متعلقہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی استنادی حیثیت :

میں رکعات تراویح سے تعلق رکھنے والی اس مذکورہ بالا حدیث کی استنادی حیثیت تو آپ کے علم میں آگئی ہے، اب آپ خود باسانی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ مرفوع حدیث قابل حجت و استدلال نہیں ہے۔ اب رہی بات صحابہ کرام ؓ سے مروی موقوف آثار کی، تو ان میں سے محدثین کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ مروی حضرت عمر فاروق ؓ کا اثر (چوتھی حدیث کے طور پر) ذکر کیا جا چکا ہے جس میں مذکور ہے کہ انھوں نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں اور وہی عدد امام مالک رحمہ اللہ سے محفوظ تر مروی ہے۔

### پہلا اثر فاروقی:

یہی حضرت عمر فاروق ؓ سے صحیح ثابت ہے اور مصنف عبدالرزاق والا اثر (جس میں اکیس رکعتوں کا ذکر آیا ہے) وہ غیر محفوظ اور محض راوی کا وہم ہے۔

(فتح الباری ۴/۲۵۳، الخ ۳/۵۲۶، ۴۷۷، نماز تراویح ص: ۶۱-۶۳، اردو ص: ۴۸ عربی ) .

بلکہ بقول علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانی: گیارہ رکعات والی حدیث کے مقابلہ میں مصنف عبدالرزاق کا اکیس رکعتوں والا اثر پیش ہی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں یہی بات کہی ہے اور اور اسکی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سے ایک تو یہ بات ہے کہ اکیس کا لفظ غلطی اور وہم کا نتیجہ ہے ”صحیح لفظ“، گیارہ ہی ہے۔ دوسرے یہ کہ ثقہ رواۃ اکیس کا نہیں بلکہ گیارہ کا ذکر کرتے ہیں، تیسرے یہ کہ اکیس کی روایت بیان کرنے میں امام عبدالرزاق منفرد ہیں، اور وہ اگرچہ مشہور و معروف مصنف و ثقہ اور حافظ ہیں، لیکن عمر کے آخری حصہ میں نابینا ہو جانے کی وجہ سے حافظ خراب ہو گیا تھا، حافظ ابن حجر نے التقریب میں اسکی صراحت کی ہے۔ اور ابن الصلاح نے مقدمہ علوم الحدیث (ص: ۴۰۷) میں امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے کہ امام عبدالرزاق آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے ان کا حافظ صحیح نہیں رہا تھا، تلقین کرنے والے کی تلقین کو قبول کر لیتے تھے لہذا جن لوگوں نے انکے نابینا ہونے کے بعد ان سے سنا ہے،

اُنکے سماع کا اعتبار نہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اُن سے انکی آخری عمر میں سماع کیا ہے انکا سماع محال نظر ہے اور مقدمہ الفصل (ص: ۳۹۱) میں فرماتے ہیں: جن رواۃ کے حافظہ میں اختلاط رونما ہو جائے ان سے جن شاگردوں نے اختلاط سے پہلے جو کچھ روایت کیا ہو، انکی اُس روایت کو قبول کیا جائیگا۔ جبکہ یہ مذکورہ اثر مشتبہ روایتوں میں داخل ہے۔ نیز اس میں شد و ذ اور مخالفت صحیح بھی موجود ہے، جو اسکو ضعیف بنا رہی ہے۔ (التقریب ص: ۳۲۴، نماز تراویح ص: ۱۲۱، اردو ص: ۴۸-۴۹ عربی)۔

### دوسرا اثر فاروقی :

ایسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دوسرا اثر مصنف ابن ابی شیبہ میں یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے مروی ہے جسمیں وہ بیان کرتے ہیں :

(ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ أمر رجلاً یصلی بہم عشرين رکعة).

”حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھائے۔“  
(بحوالہ تحفۃ الاحوذی ۵۲۸/۳، نماز تراویح ص: ۶۴)۔

اس اثر کے بارے میں مولانا شوق نیوی حنفی آثار السنن میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند کے راوی تو ثقہ ہیں لیکن یحییٰ بن سعید انصاری نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو پایا ہی نہیں اور نیوی کی تائید کرتے ہوئے علامہ عبدالرحمن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں کہ یہ اثر منقطع اور ناقابل استدلال و جت ہے اور اس پر متزاد یہ کہ مؤطا امام مالک اور دیگر کتب حدیث میں صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم فرمایا تھا۔ ایسے ہی یہ اس صحیح حدیث کے بھی مخالف ہے جسکی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گیارہ رکعتیں پڑھنا ثابت ہے۔  
(حوالہ جات سابقہ)۔

### تیسرا اثر :



سنن کبریٰ بیہقی اور بعض دیگر کتب حدیث میں ایک تیسرا اثر یزید بن خنیفہ کے طریق سے سائب بن یزید سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے قاری حضرات سو سو آیات تلاوت کرتے اور حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں لوگ طول قیام کی تکلیف کے پیش نظر چھڑیوں یا لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے (بخاری ۲۵۳/۴، نماز تراویح ص: ۲۹، ۶۱، ۶۲)۔ عمدۃ القاری میں نقل کی گئی نص کے مطابق حضرت علیؓ کے زمانہ میں بھی ایسے ہی تھا جیسا کہ پہلے خلفاء کے عہد میں رہا۔ (العمد ۱۷۸/۷، ۴)۔ اس اثر میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ”حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے عہدِ خلافت میں بھی ایسے ہی تھا“ ان الفاظ کے بارے میں مولانا شوق نیوی نے کہا ہے کہ یہ مدرج قول ہے، امام بیہقی کی تصنیفات میں کہیں بھی اس کا سراغ نہیں ملتا اور علامہ مبارکپوری نے مولانا نیوی کے اس تبصرہ کی تصدیق کی ہے۔ (الفتح ۵۳۱/۳)۔ رہی اس اثر کی استنادی حیثیت تو اس اثر کو بڑے شد و مد سے پیش کیا جاتا ہے کیونکہ بظاہر اسکی سند صحیح نظر آتی ہے بلکہ بعض اہل علم نے اسے صحیح کہا بھی ہے۔ (انظر عمدۃ القاری ۱۷۸/۷، ۴) لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو اس اثر کو ضعیف کرنے والے علل و عوامل موجود ہیں اور وہ اسے ”منکر“ کی قسم میں بھی داخل کر رہے ہیں۔

### پہلی علت :

ان میں سے پہلی علت یا سببِ ضعف یہ ہے کہ ابنِ خنیفہ اگرچہ ثقہ ہے لیکن امام احمد بن حنبل نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، امام ذہبی نے اسے میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے جو اسکے متکلم فیہ راوی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور امام احمد کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کبھی کبھی ایسی روایات میں منفر دہ جاتا ہے جتنکو ثقہ راوی روایت نہیں کر رہے ہیں لہذا ایسے راوی کی بیان کردہ روایت کو اس وقت رد کر دیا جائیگا جب وہ اپنے سے زیادہ قوی الحافظہ راوی کی مخالفت کرے۔ ایسی صورت میں اصول حدیث کی رو سے ایسی روایت کو شاید کہا جائیگا۔

پھر اس روایت میں سائب بن یزید سے محمد بن یوسف اور ابن خثیفہ دو راوی روایت بیان کر رہے ہیں اور ان دونوں کا بیان ایک دوسرے سے مختلف ہے، محمد بن یوسف گیارہ رکعات بیان کرتے ہیں جبکہ ابن خثیفہ اکیس رکعات۔ اور ان دونوں میں سے محمد بن یوسف کی روایت کو ترجیح حاصل ہوگی کیونکہ وہ ابن خثیفہ سے زیادہ ثقہ ہیں چنانچہ ابن حجر نے محمد بن یوسف کو ثقہ ثبت لکھا ہے اور ابن خثیفہ کو صرف ثقہ۔ اس وضاحت کے پیش نظر گیارہ رکعات والی روایت کو ہی ترجیح ہوگی جیسا کہ اصول حدیث کے علم شریف کو جاننے والے کسی شخص سے یہ بات مخفی نہیں ہے۔

### دوسری علت :

اس اثر کو ضعیف بنانے والا دوسرا سبب یا علت یہ ہے کہ ابن خثیفہ کی روایت میں گنتی کے یقین کے لحاظ سے اضطراب پایا جاتا ہے، وہ سائب بن یزید سے کبھی گیارہ رکعات ذکر کرتے ہیں اور کبھی اکیس اور اکیس کے ذکر کے ساتھ حَسْبُت (میرا خیال ہے) کہتے ہیں، لہذا اس روایت میں اکیس کا ذکر گیارہ رکعتوں والی حدیث کے خلاف ہے اور حَسْبُت کے لفظ کا استعمال ابن خثیفہ کے اضطراب پر دلالت کرتا ہے، خصوصاً جبکہ انھیں اس عدد پر یقین نہیں بلکہ اس کا ذکر وہ بصورت ظن کرتے ہیں، لہذا عدم یقین کے پیش نظر یہ اثر ساقط الاعتبار ہوگا، اور پھر جب یہ راوی اپنے سے زیادہ قوی الحفظ (أحفظ) کی مخالفت کر رہا ہے تو اس صورت میں اس اثر کا قابلِ جُتِ ہونا محلِ نظر ہوگا۔

### تیسری علت :

محمد بن یوسف، سائب بن یزید کے بھانجے ہیں، اس قرابت و رشتہ داری کے پیش نظر وہ اپنے ماموں کی روایت کو کسی بھی دوسرے راوی سے زیادہ جانتے ہیں لہذا جس عدد کو انھوں نے بیان کیا ہے اسے ہی ترجیح ہوگی۔ نیز یہ اثر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی مرفوع حدیث کے بھی موافق ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کو سنت کی مطابقت والی صورت میں لینا ہی زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اسکے کہ

کسی ایسی روایت کو لیا جائے جس سے وہ سنتِ نبوی ﷺ کی مخالفت کرتے نظر آئیں۔  
(نماز تراویح: حصہ ۶۲، ۶۳، ص: ۴۹-۵۱ عری)۔

شیخ اسماعیل محمد الانصاری کی طرف سے شیخ البانی کا تعاقب اور اسکی حقیقت :

یہاں یہ بات بھی ذکر کرتے چلیں کہ اس تیسرے اثر کے بارے میں تو ہم آغاز میں ہی لکھ آئے ہیں کہ بعض اہل علم نے اس اثر کو صحیح کہا ہے چنانچہ وہاں ذکر کیے بعض مصادر کے ساتھ ہی ایک اور رسالہ بھی آتا ہے جو کہ شیخ اسماعیل محمد الانصاری (دارالافتاء الریاض) کی کاوش کا نتیجہ ہے جس کا عنوان ہے: تصحیح حدیث صلوٰۃ التراویح عشرين رکعة - موصوف کا یہ مقالہ پہلے الریاض سے شائع ہونے والے مجلہ ”رایۃ الاسلام“ کے بعض شماروں میں (۱۳۸۰ھ میں) شائع ہوا اور پھر ۱۳۸۲ھ میں مستقل رسالے کی شکل میں بھی طبع ہوا جبکہ اس کا تیسرا ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے جو ۱۳۸۸ھ - ۱۹۸۸ء میں مکتبۃ الامام الشافعی بالریاض کی طرف سے طبع ہوا ہے اسمیں پہلے مذکورہ رسالہ کل تیس (۳۰) صفحات پر مشتمل ہے اور پھر ایک مضمون ہے اور پھر آخر میں موصوف کے حالات زندگی سات صفحات پر مشتمل ہیں جو ان کے کسی ”شاگرد“ کی طرف منسوب ہیں اور درمیان میں تقریباً ایک سو صفحات پر مشتمل موصوف کا ایک دوسرا رسالہ یا کتاب ہے جس کا عنوان ہے: اباحۃ التحلی بالذهب المحلق للنساء۔

چنانچہ سنن کبریٰ بیہقی جلد دوم ص: ۴۹۶ باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان سے مذکورۃ الصدر اثر نقل کرنے کے بعد شیخ انصاری نے لکھا ہے کہ اس ”حدیث“ کو امام نووی نے الخلاصۃ اور المجموع میں صحیح کہا ہے اور زیلعی نے نصب الراية میں اس تصحیح کو برقرار رکھا ہے اور شرح المنہاج میں سبکی، طرح الثریب میں ابن العراقی عمدة القاری میں عینی المصانح فی صلوة التراويح میں سیوطی، شرح مؤطا میں ملا علی قاری اور آثار السنن میں نیوی وغیرہم نے اسے صحیح کہا ہے (رسالہ انصاری ص: ۷)۔

ان اہل علم کی مذکورہ اثر کی تصحیح کی طرف تو شیخ البانی نے بھی اپنی کتاب ”صلوٰۃ التراویح“ میں اشارہ کر

دیا تھا اور پھر اسکے بعد انھوں نے متعدد وجوہات و علل کی بناء پر اس اثر کو مرجوح، شاذ اور منکر قرار دیا ہے جسکی تفصیل تو موصوف کی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے جسکی تلخیص مختلف چھ علتوں کی شکل میں شیخ انصاری نے اپنے رسالے میں بھی نقل کی ہے۔

سر دست ہم شیخ انصاری کے رسالہ کا تعاقب کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں البتہ یہاں اتنا کہے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں کہ شیخ اسماعیل انصاری نے اپنے ذہنی میلان یا نظریہ کو ثابت کرنے کیلئے اپنے رسالہ کے اندر جو ہاتھ پاؤں مارے ہیں وہ تو مارے ہی ہیں۔ انھوں نے تو اپنے اس رسالے کا عنوان تجویز کرتے یا اسکا نام رکھتے وقت بھی بڑے دل گردے سے کام لیا ہے اور ”اثر“ کو ”حدیث“ کا نام دیتے ہوئے ”تصحیح حدیث.....“ کہا ہے نہ کہ ”تصحیح اثر.....“۔

حالانکہ مرفوع حدیث ہم ذکر کر آئے ہیں جسکے ضعیف ہونے پر تمام اہل علم متفق ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں کہ موصوف کو حدیث اور اثر کے مابین پایا جانے والا فرق معلوم نہ ہو۔ اور محدثین کے عرف عام میں جسے ”حدیث“ کہا جاتا ہے، اُسے ترک کر کے ایک اثر کو حدیث باور کرواتے ہوئے رسالے کا نام ”تصحیح حدیث.....“ رکھنا ہرگز صحیح و صواب نہیں بلکہ تحقیق و تعاقب کی بجائے یہ روش تو انکے اپنے ذہنی رجحان کی تائید میں جانبداری کی غمازی کر رہی ہے۔

اور جب رسالے کا عنوان اور نام ہی اتنا فتنہ بردوش ہے تو اسکے متن کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے اور اسکے ساتھ کیا کیا توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

اور رسالے کا نام دیکھ کر بلا اختیار زبان پر آ جاتا ہے ۔

نہشت اول چوں نہد معمار کج      تاثیر یا میرود دیوار کج

”معمار جب کسی عمارت کی بنیاد ہی ٹیڑھی رکھے گا تو وہ عمارت کیسے سیدھی کھڑی ہو سکے گی، آسمان تک بھی لے جائیں ٹیڑھی ہی جائے گی۔“

شیخ محمد ناصر الدین البانی نے بذاتِ خود بھی انکا یہ تعاقب پڑھا اور ”تمام المنة“ میں بڑے افسوس کے ساتھ لکھا ہے کہ موصوف کے ساتھ حسنِ ظن کے باوجود ان سے کوئی علمی اختلاف و تعاقب سامنے نہیں آیا اور انھوں نے بلا وجہ کی جو الزام تراشیاں کی ہیں ان میں سے ایک ایک کر کے چاروں پانچوں کے بڑے سچے تلے جواب دیئے ہیں جنکی تفصیل انکی کتاب ”تمام المنة“ ص: ۲۵۳-۲۵۵ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

### چوتھا اثر :

عمدة القاری میں علامہ عینی نے ابن عبد البر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حارث بن عبد الرحمن بن ابی ذیاب سے مروی ہے کہ سائب بن یزید فرماتے ہیں:

(كان القيام على عهد عمر بثلاث و عشرين ركعة)۔

(عمدة القاری ۳/۵۸۳، ۳۵۷ بحوالہ نماز تراویح ص: ۶۳ و ۵۲ عربی)۔

”حضرت عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں لوگ تیس رکعتیں پڑھتے تھے“۔

اس اثر کی سند بھی ضعیف ہے کیونکہ ابن ابی ذیاب کا حافظہ کمزور ہے۔

ابن ابی حاتم نے الجرح و التعديل میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ در اور دی اس راوی سے منکر روایات بیان کرتا ہے لہذا وہ قوی نہیں اور یہ کہا ہے: یکتب حدیثہ اسکی حدیث بس لکھی جائیگی۔ ابو زرعہ نے اس راوی کے بارے میں لا باس یہ کہا ہے کہ اس پر کوئی خاص مواخذہ نہیں اور انکے ان الفاظ کی وجہ سے مذکورہ راوی امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک قابلِ اعتماد نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے التہذیب میں ذکر کیا ہے البتہ وہ اپنی دوسری کتاب التقریب میں اسکے بارے میں کہتے ہیں:

صدوق یحکم وہ سچا تھا

علماء اصول حدیث کے نزدیک ایسے اوصاف والے راوی سے مروی حدیث قابلِ حجت نہیں ہے جبکہ اسمیں وہم کے وجود کے ساتھ ساتھ ثقہ ثبت کے اوصاف والے رواۃ کی مخالفت بھی موجود ہے کیونکہ ان اوصاف سے متصف راوی محمد بن یوسف گیارہ رکعات ذکر کرتے ہیں۔  
علامہ البانی لکھتے ہیں کہ معلوم نہیں ان تک اسکی سند صحیح ہے یا نہیں کیونکہ ابن عبد البر کی اس اثر والی کتاب ہمارے سامنے نہیں کہ ساری سند دیکھ سکتے۔ (نماز تراویح ص: ۶۳، ۶۴ و ص: ۵۲ عربی)۔

### پانچواں اثر:

موطامام مالک اور سنن کبریٰ بیہقی میں یزید بن رومان بیان کرتے ہیں:

(كان الناس في زمن عمر يقومون في رمضان بثلاث و عشرين ركعة)۔

(عمدة القاری ۴/۷۸، فتح الباری ۴/۲۵۳، نماز تراویح ص: ۵۲، ۵۳ و ص: ۶۴ عربی)۔

”حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں لوگ رمضان میں تیس رکعات سے قیام کیا کرتے تھے“۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ان میں سے تین رکعتیں تو وتر ہیں۔ اس طرح باقی بیس رکعات تراویح کا رہ جاتی ہیں

جبکہ خود امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یزید بن رومانی حضرت عمرؓ سے نہیں ملے، یعنی ان کا زمانہ

ہی نہیں پایا، امام زیلعی حنفی نے اس بات کی تائید نصب الراية (۱۵۴۲) میں کی ہے اور المجموع

شرح المہذب (۳۳۴) میں امام نووی نے بھی اس اثر کو ضعیف قرار دیا ہے اور خود امام بیہقی نے اس اثر

کو مرسل قرار دیا ہے کیونکہ یزید بن رومان کی حضرت عمرؓ سے ملاقات نہیں ہوئی (سنن کبریٰ ۴/۲۹۶)

علامہ عینی حنفی نے بھی اس اثر کی سند میں پائے جانے والے انقطاع کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(عمدة القاری ۴/۷۸)۔

یہ پانچوں آثار ہی حضرت عمرؓ اور ان کے عہد خلافت سے تعلق رکھتے ہیں سوائے ایک (تیسرے اثر)

کے۔ کیونکہ اسمیں حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت کا ذکر بھی ہے۔

حضرت عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں بیس تراویح پڑھی جانے کے بارے بعض آثار ذکر کئے جا چکے ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی صحیح نہیں ہے اور یہی حالت بعض دیگر صحابہ سے مروی آثار کی بھی ہے۔ ایسے ہی سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت کے بارے میں ایک اثر اور بھی ہے جس میں سائب بن یزید ؓ بیان فرماتے ہیں :

(کنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة و الوتر).

”حضرت عمر فاروق کے عہد میں ہم بیس رکعات تراویح اور وتر کے ساتھ قیام کیا کرتے تھے۔“

(تحفة الاحوذی ۵۳۰۳)۔

اس اثر کی سند کو علامہ سبکی نے شرح المنہاج میں اور ملا علی قاری نے شرح موطا میں صحیح قرار دیا ہے لیکن یہ انکا تسامح ہے کیونکہ اس اثر کی سند میں ایک راوی ابو عثمان البصری ہے جسکا نام عمرو بن عبد اللہ ہے جسکے بارے میں خود مولانا شوق نیوی نے آثار السنن میں کہا ہے : مجھے کوئی ایسی کتاب نہیں ملی کہ جسمیں اسکے حالات مذکور ہوں اور علامہ مبارکپوری نے بھی تحفة الاحوذی میں لکھا ہے کہ قص و تلاش بسیار کے باوجود مجھے بھی اس راوی کے حالات کہیں نہیں ملے اور لکھا ہے کہ : اس اثر کی سند میں ہی ایک دوسرا راوی ابو طاہر الفقیہ بھی ہے جو کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کا استاذ ہے، اور مجھے کوئی ایسا محدث نظر نہیں آیا کہ جس نے اس کی توثیق کی ہو لہذا جو شخص اس اثر کی سند کو صحیح قرار دے، اس پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں راویوں کے بارے میں ثابت کرے کہ یہ ثقہ اور قابلِ جت ہیں۔ اور تاج الدین سبکی نے الطبقات الکبریٰ میں جو کہا ہے کہ وہ (الفقیہ) اپنے زمانے کے فقہاء و محدثین کے امام ماہر لغت عرب اور معرفت شرائط میں ید طولیٰ رکھنے والے تھے اور اس موضوع پر انھوں نے ایک کتاب لکھی، انکی یہ باتیں بھی اس راوی کے ثقہ اور قابلِ جت ہونے کا ثبوت نہیں بنتیں۔ اس سے زیادہ سے زیادہ اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ علم حدیث و فقہ، لغت عرب اور معرفت شرائط کے جلیل القدر عالم تھے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ ثقہ تھے۔

الحاصل: اس اثر کی سند کا صحیح ہونا بھی محلِ نظر ہے۔

اس مخدوش استنادی حیثیت کے علاوہ یہ اثر ایک توسنن سعید بن منصور میں عبد العزیز بن محمد اور محمد بن یوسف کے طریق سے مروی اُس اثر کے بھی خلاف ہے جسمیں سائب بن یزید ؓ فرماتے ہیں :

(کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب ؓ باحدی عشر رکعة) .

”ہم حضرت عمر فاروق کے عہدِ خلافت میں گیارہ رکعتوں سے قیام کیا کرتے تھے“۔ (بحوالہ سابقہ)

اس اثر کو ذکر کر کے امام سیوطی نے اپنی کتاب المصانیع میں کہا ہے: اسنادہ فی غایۃ الصحۃ - کہ اسکی سند صحت کے انتہائی بلند درجہ پر فائز ہے۔

اسی طرح بیہقی والا مذکورہ اثر قیام اللیل مروزی میں مروی اثر کے بھی مخالف ہے جو کہ محمد بن اسحاق حدیثی محمد بن یوسف عن جدہ السائب بن یزید کے طریق سے ہے جسمیں ہے :

(کنا نصلي في زمن عمر ؓ في رمضان ثلاث عشرة ركعة) .

”ہم عہدِ فاروقی میں ماہِ رمضان میں تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے“۔ (ایضاً)

مذکورہ اثر موطا امام مالک اور دیگر کتب میں مروی اُس اثر کے بھی خلاف ہے جسمیں حضرت عمر ؓ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھایا کریں۔ (جس کی تخریج گزر گئی ہے) .

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام بیہقی کا مذکورہ بالا اثر لائقِ حجت نہیں ہے، اور اگر کوئی کہے کہ امام بیہقی نے اس اثر کو دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے جسمیں ہے :

کانوا یقومون علیٰ عہد عمر بن الخطاب ؓ فی شہر رمضان عشرين رکعة) .

”خلافتِ فاروقی میں لوگ ماہِ رمضان میں بیس رکعتوں سے قیام کیا کرتے تھے“۔ (الفتح ۵۳۱/۳) .

اسکے ساتھ ہی اگر کوئی یہ کہے کہ اس اثر کی سند کو امام نووی اور بعض دیگر اہلِ علم نے صحیح قرار دیا ہے، تو اسکا



جواب یہ ہے کہ اس اثر کی سند میں ابو عبد اللہ بن فجویہ دینوری ایک راوی ہے جسکا ترجمہ وحالات علامہ مبارکپوری کو کہیں نہیں ملے اور جو شخص اس اثر کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرے اس پر لازم ہے کہ پہلے وہ اس راوی کے ثقہ اور قابلِ حجت ہونے کا ثبوت مہیا کرے۔ رہا مولانا نیوی کا یہ کہنا کہ یہ دینوری اپنے زمانے کے کبار محدثین میں سے تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں کسی سے کیا پوچھنا؟ موصوف کا یہ قول قابلِ التفاف نہیں کیونکہ کسی کے محض کبار محدثین سے ہونے سے یہ تو ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ ثقہ بھی ہو۔ (انظر تحفۃ الاحوذی ۳/۵۳۰-۵۳۱)۔

### چھٹا اثر :

خاص حضرت علیؑ سے بھی بعض آثار ملتے ہیں جن میں بیس تراویح کا ذکر وارد ہوا ہے اور بعض دیگر صحابہ کے آثار بھی ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ممکنہ حد تک تمام ہی آثار کو ذکر کر کے انکی استنادی حیثیت واضح کر دی جائے تاکہ بات کھل کر سامنے آجائے۔ لہذا آئیے پہلے حضرت علیؑ سے مروی آثار کا جائزہ لیں چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں ابوالحسناء بیان کرتے ہیں:

(اَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍؑ أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يَصَلِّيَ بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ عَشْرِينَ رَكْعَةً)۔  
(تحفۃ الاحوذی ۳/۵۲۷ و نماز تراویح ص: ۶۶-۷۴ عربی)۔

”حضرت علی بن ابوطالبؑ نے ایک آدمی کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویج یعنی بیس رکعتیں پڑھائے۔“

اس اثر کو روایت کرنے کے بعد خود امام بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ ذہبی نے ابوالحسناء کو لا یعرف [غیر معروف] اور حافظ ابن حجر نے اسے مجهول [نامعلوم] کے اوصاف سے متصف کیا ہے۔ اور التہذیب میں حافظ موصوف نے ابوالحسناء کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ قربانی سے متعلقہ حدیث حکمۃ بن عیینہ عن جنبش عن علی کے طریق سے بیان کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ تراویح والے اس

مذکورہ اثر کی سند سے دوراوی ساقط ہو گئے ہیں لہذا یہ اثر معضل اور ضعیف ہے۔ (نماز تراویح ایضاً) اور تحفۃ الاحوذی میں حافظ ابن حجر اور امام ذہبی کے مذکورہ اقوال نقل کرنے کے علاوہ مولانا نیوی کا قول بھی نقل کیا ہے چنانچہ آثار السنن کے حاشیہ پر وہ لکھتے ہیں کہ اس اثر کا سارا دار و مدار ابوالحسناء پر ہے اور وہ غیر معروف ہے۔ (التحفة ۵۲۷/۳)۔

### ساتواں اثر :

سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت علی ؓ سے ایک اثر ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے جس میں حماد بن شعیب عن عطاء ابن السائب عن ابی عبد الرحمن السلمی کے طریق سے سلمی بیان کرتے ہیں:

(دعا علی ؓ القراء فی رمضان فأمر منهم رجلاً یصلی بالناس عشرين رکعة و کان علی یوتر بهم)۔ (التحفة ۵۲۷/۳-۵۲۷/۴، نماز تراویح ص: ۶۶، ۷۲ عربی)۔

”ماہ رمضان میں حضرت علی ؓ نے قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک آدمی کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس تراویح پڑھایا کرے۔ اور خود حضرت علی ؓ نماز و تہنیت پڑھایا کرتے تھے۔“

اس اثر کے بارے میں مولانا نیوی حنفی نے آثار السنن میں لکھا ہے: حماد بن شعیب ضعیف ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسکے بارے میں کہا ہے کہ اسے ابن معین وغیرہ کبار محدثین نے ضعیف کہا ہے اور تہجدی نے ایک مرتبہ کہا: اس کی روایت کردہ حدیث نہیں لکھی جائیگی۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ وہ محل نظر ہے، امام نسائی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن عدی نے کہا ہے اسکی روایت کردہ اکثر احادیث ایسی ہیں جن پر اسکی متابعت نہیں کی جائیگی۔ یہ تو اس اثر کے بارے میں ایک حنفی عالم کا نقد و تبصرہ ہے، جبکہ ایک دوسرے عالم ابن الہمام التحریر میں لکھتے ہیں کہ جب امام بخاری کسی راوی کے بارے میں کہہ دیں کہ وہ محل نظر ہے، تو اس راوی کی بیان کردہ روایت نہ قابل حجت ہوتی ہے نہ قابل استنبہاد اور نہ ہی اعتبار کے لائق۔ اور علامہ مبارکپوری لکھتے ہیں کہ اس اثر کی سند میں حماد بن شعیب ہے جسکے بارے میں امام بخاری نے کہا

ہے کہ وہ محل نظر ہے، لہذا یہ اثر قابلِ حجت و استشہاد اور لائق اعتبار نہیں ہے۔ (الحقہ ۵۲۸/۳)

علامہ البانی نے لکھا ہے کہ امام بخاری حماد کے بارے میں کبھی تو کہتے ہیں کہ وہ محل نظر ہے اور کبھی اسے منکر الحدیث کہتے ہیں اور المذاہب للسیوطی، مختصر علوم الحدیث لابن کثیر، التحریر لابن الہمام، الرفع و التکمیل لابن الحسنات لکھنوی اور تحفۃ الاحوذی علامہ مبارکپوری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نہ ایسا راوی قابل اعتبار ہوتا ہے اور نہ ہی اسکی روایت لائق استشہاد ہوتی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ محمد بن فضیل نے عدد کے سلسلہ میں حماد بن شعیب کی مخالفت کی ہے کیونکہ اسکے بیان کردہ اثر میں بیس کا لفظ نہیں ہے۔ لہذا اس اصول حدیث کی روشنی سے یہ اثر منکر بھی ہوا۔ (نماز تراویح ص: ۷۴، ۷۵، ص: ۶۶، ۶۷ عربی)

### آٹھواں اثر :

میں تراویح کے سلسلے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی بعض آثار ملتے ہیں جن میں سے ایک اثر مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے جس میں عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں :

(كان ابي بن كعب رضي الله عنه يصلي بالناس في رمضان بالمدينة عشرين ركعة و يوتر بثلاثة )  
 ”حضرت ابی بن کعب ماہ رمضان کے دوران مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے اور تین وتر“ (تحفۃ الاحوذی ۵۲۸/۳، نماز تراویح ص: ۷۵-۷۶ عربی)

اس اثر کے بارے میں مولانا شوق نیوی حنفی نے لکھا ہے کہ عبدالعزیز بن رفیع نے حضرت ابی بن کعب ؓ کو نہیں پایا اور علامہ مبارکپوری لکھتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہوا کہ یہ اثر منقطع ہے۔ اور ضعیف انقطاع پر مستزاد یہ کہ یہ اثر اُس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں حضرت ابی بن کعب ؓ کے اپنے گھر کی عورتوں کو آٹھ تراویح پڑھانے کا تذکرہ اور نبی ﷺ کا اس پر سکوتِ رضا فرمانا وارد ہوا ہے، ایسے ہی یہ اثر اس صحیح سند والے اثر کے بھی خلاف ہے جس میں حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت ابی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں (بشمول تین رکعات وتر) پڑھائیں جیسا

کہ ان دونوں کی نصوص ذکر کی جا چکی ہیں۔ (تختہ الاحوذی ۵۲۸/۳-۵۲۹)۔

علامہ البانی نے عبد العزیز اور حضرت ابی بن کعب ؓ کے مابین پائے جانے والے انقطاع کی وضاحت کرتے ہوئے تہذیب التہذیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان دونوں کی وفات کے مابین ایک سو سال کا فاصلہ ہے (لہذا عبد العزیز کا حضرت ابی ؓ کو پانا ہی ممکن نہیں تو پھر ان سے روایت کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟)۔

### نواں اثر:

حضرت ابی بن کعب کا یہ بیس ؓ تراویح پڑھانا ایک دوسری سند سے المختارۃ للضیاء المقدسی میں بھی مروی ہے جس میں ابو جعفر عن ربیع بن انس عن ابی العالیہ کے طریق سے ابو العالیہ بیان کرتے ہیں:

(أَنَّ عَمْرَ أُمِّيًّا أَنْ يَصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ ..... فَصَلَّيْتُ بِهِمْ عَشْرِينَ رَكْعَةً)

حضرت عمر نے حضرت ؓ ابی ؓ کو حکم فرمایا کہ رمضان میں لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو انھوں نے بیس رکعتیں پڑھائیں۔ (نماز تراویح ص: ۷۶، ص: ۶۹ عربی)

اس اثر کی سند بھی ضعیف اور اس کا متن منکر ہے۔ اس کا راوی ابو جعفر جس کا نام عیسیٰ بن ابوعیسیٰ بن ماہان ہے امام ذہبی نے اسے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ ابو زرہ کہتے ہیں کہ وہ کثیر الوهم ہے، امام احمد کبھی تو اسے غیر قوی کہتے ہیں اور کبھی صالح الحدیث۔ فلاس نے اسے سی الحفظ (خراب حافظے والا) کہا ہے۔ البتہ بعض محدثین نے اسے ثقہ بھی قرار دیا ہے لیکن امام ذہبی الکنی میں لکھتے ہیں کہ اس راوی کو تمام محدثین مجروح قرار دیتے ہیں، حافظ ابن حجر نے التقریب میں سی الحفظ اور علامہ ابن قیم نے اسے صاحب المناکیر (منکر روایات بیان کرنے والا) قرار دیا ہے۔ خصوصاً جب یہ کسی روایت کے بیان کرنے میں منفر دہ جاتا ہے تو پھر اس روایت کو قابلِ صحّت ہرگز نہیں سمجھا جاتا۔ (لتفصیل: زاد المعاد ۱/۲۷۵-۲۷۶ تحقیق الارناؤوط، التقریب ص: ۱۱۱-۵۷۹، نماز تراویح ص: ۷۶-۷۷ اردو، ص: ۶۹، ۷۰ عربی)۔

## دسواں اثر :

قیام اللیل مروزی میں اعمش، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

( کان یصلیٰ عشرين رکعة و یوتر بثلاثة )

”حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیس تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔“

(تحفۃ الاحوذی ۵۲۹/۳، نماز تراویح ص: ۷۸، ص: ۷۰ عربی)۔

علامہ مبارکپوری فرماتے ہیں کہ یہ اثر منقطع ہے کیونکہ اعمش نے حضرت ابن مسعود ؓ کو نہیں پایا (حوالہ سابقہ)۔ اور علامہ البانی نے لکھا ہے کہ صرف منقطع ہی نہیں بلکہ اس اثر کو معضل کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ مسند ابن مسعود پر گہری نظر رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے، کہ اس اثر کی سند میں اعمش اور حضرت ابن مسعود ؓ کے درمیان سے دوراوی ساقط ہیں، تو گویا یہ اثر منقطع یا معضل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (صلوۃ التراویح ص: ۷۱)۔

## ان تمام آثار کی مجموعی حیثیت :

انفرادی حیثیت سے تو بیس تراویح سے متعلقہ تمام آثار کی حالت ذکر کی جا چکی ہے کہ وہ ضعیف اور ناقابلِ جت و استدلال ہیں جبکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی حدیث یا اثر ایک سند سے تو ضعیف ہو لیکن اسکی بعض دیگر اسناد یا طرق ایسے بھی ہوں جن سے اس سند میں پایا جانے والا ضعف زائل ہو سکتا ہو یا ضعف کا سبب ختم ہو سکتا ہو تو پھر ان احادیث یا آثار کی مجموعی حیثیت باہم مل کر تقویت اختیار کر جاتی ہے، لیکن بیس تراویح سے متعلقہ باہم تقویت کی افادیت سے بھی عاری ہیں۔ چنانچہ علامہ محمد ناصر الدین البانی، جو دورِ حاضر میں بلاشبہ فنِ حدیث کے صفِ اول کے ماہر ہیں۔ وہ اپنی کتاب صلوۃ التراویح میں:

هذه الروایات لا یقوی بعضها بعضاً .

کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ (حضرت عمر فاروق ؓ سے یا انکے عہدِ خلافت سے متعلقہ) سابقہ

روایات اپنی کثرت کے باوجود دو وجوہات کی بناء پر ایک دوسرے سے مل کر بھی تقویت اختیار نہیں کرتیں:

### پہلی وجہ :

ان روایات کے ایک دوسرے کو تقویت نہ دینے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ روایات کی جو بظاہر کثرت نظر آتی ہے وہ ممکن ہے کہ حقیقی کثرت نہ ہو، بلکہ محض شکلی کثرت ہو، کیونکہ ہمارے پاس حضرت سائب بن یزید ؓ کی روایت کے سوا دوسری کوئی روایت متصل نہیں ہے، یزید بن رومان اور یحییٰ بن سعید انصاری کی روایات منقطع ہیں اور ممکن ہے کہ ان روایات کا دار و مدار بھی انہی میں سے بعض پر ہو جنہوں نے پہلی روایت بیان کی ہے۔ اور اسکے علاوہ بعض دیگر احتمالات بھی ممکن ہیں اور معروف قاعدہ ہے کہ احتمال کے وجود سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔

### دوسری وجہ :

ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ محمد بن یوسف ثقہ و ثبت راوی کے طریق سے حضرت سائب ؓ سے مروی گیارہ رکعتوں والی روایت ہی صحیح ہے جو کہ امام مالک نے بیان کی ہے اور جس نے اس عدد کی روایت میں امام مالک کی مخالفت کی ہے وہ اسکی خطا ہے۔ ایسے ہی محمد بن یوسف کی مخالفت کرنے والے ابن حصیفہ اور ابن ابی ذیاب کی روایتیں شاذ ہیں۔ اور علم اصطلاح حدیث میں یہ بات طے ہے کہ شاذ روایت منکر و مردود ہوتی ہے کیونکہ وہ خطا کا نتیجہ ہوتی ہے اور خطا سے تقویت حاصل نہیں ہوا کرتی۔

مقدمہ ابن الصلاح میں ہے:

”اگر کوئی راوی کسی بات کے بیان کرنے میں منفرد رہ جائے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُس بات میں وہ اپنے سے زیادہ حفظ و ضبط والے کی مخالفت کرتا ہے تو اسکی روایت شاذ و مردود ہوگی اور اگر وہ کسی ایسے راوی کی مخالفت نہ کرتا ہو بلکہ ایک ایسی بات بیان کرے جو دوسرے کسی نے بیان نہیں کی تو اسکے عادل و حافظ اور

موثوق اتقان وضبط ہونے کی شکل میں اُس کا وہ اضافہ قبول کیا جائیگا۔“

اس اصول کی رو سے یہ بیس تراویح والی روایت حفظ وضبط میں اولیٰ کی مخالفت کی بناء پر شاذ و مردود ہے اور یہ واضح بات ہے کہ علماء حدیث نے شاذ کو اسمیں پائی جانے والی خطا کے ظاہر ہونے کی وجہ سے رد کیا ہے اور جسمیں کوئی خطا ثابت ہو جائے تو پھر یہ بات کیسے معقول ہو سکتی ہے کہ اس سے کسی دوسری روایت کو تقویت دی جائے؟ لہذا ثابت ہوا کہ شاذ و منکر روایات تو معتد بہ ہی نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان سے استشہاد کرنا صحیح ہے بلکہ شاذ کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔ اور آگے یزید و یحییٰ کی منقطع روایات کے بارے میں بھی بالتفصیل ثابت کیا ہے کہ وہ دونوں بھی اصولاً ایک دوسری کو تقویت پہنچانے کے قابل نہیں ہیں۔ اور اس پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امیر صنعانی رحمہما اللہ کے تائیدی و اصولی اقوال بھی نقل کئے ہیں۔

آگے چل کر لکھا ہے :

حضرت عمر ؓ سے متعلق روایات کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے بالکل یہی یا اس سے ملتی جلتی بات ہی حضرت علی اور دیگر صحابہ ؓ سے مروی روایات کے بارے میں بھی کہی جائے گی بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ ان میں سے بعض سخت ضعیف ہیں جیسا کہ حضرت علی ؓ سے مروی دوسرے طریق والی روایت (سابقہ الذکر سا تو اں اثر) ہے۔ اور وہ اس لائق نہیں کہ اس دوسرے طریق سے طریق اول تقویت اختیار کر سکے۔ (التفصیل: صلوٰۃ التراویح ص: ۵۶-۵۹)۔

ہفت روزہ الاعتصام میں ایک استفتاء :

قرآن کریم اور خصوصاً کتب حدیث میں بعض وجوہات کی بناء پر تحریف و تبدل واقع ہوا یا بعض اہل علم نے اپنے نظریات کیلئے اس کا ارتکاب کیا، اور یہ تحریفات کسی ایک جگہ نہیں بلکہ کئی جگہ اور کئی مسائل میں کی گئیں، جن میں سے ہی ایک ”مسئلہ تراویح“ سے متعلقہ ایک حدیث بھی ہے۔

ان تحریفات کے سلسلہ میں ہی حضرت العلامة شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلاپوریؒ کا ایک رسالہ نعم الشہود علی تحریف الغالین فی ابی داؤد شائع ہوا تھا۔ کئی سال کے بعد اسے ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے بھی شائع کیا تھا جسے ”سنن ابی داؤد میں تحریف“ کے زیر عنوان شائع کیا گیا ، اسمیں پہلے ایک استفتاء ہے جس میں سائل نے مولانا سلطان محمود محدث جلال پور پیروالامتان کا ایک رسالہ نعم الشہود علی تحریف الغالین فی سنن ابی داؤد پوچھا ہے: ابوداؤد شریف جو کہ فرید بک سٹال لاہور کی چھاپی ہوئی ہے، اس کی پہلی جلد کے (ص: ۵۳۱) پر یوں تحریر ہے :

(حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مُحَمَّدٍ نَنَا هَاشِمٌ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُيَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بَنِي كَعْبٍ، كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِينَ رُكْعَةً وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النَّصْفِ الْبَاقِي... الْحَدِيثُ).

”ہمیں شجاع بن محمد نے حدیث بیان کی، ہمیں ہاشم نے حدیث بیان کی، ہمیں یونس بن عبید نے حسن کے واسطے سے خبر دی کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کو ابی بن کعب کی امامت پر اکٹھے کیا اور وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھاتے تھے، اور دعائے قنوت صرف نصف ثانی میں ہی پڑھتے تھے.....“

حالانکہ اسی حدیث میں ابوداؤد مطبع مصر (۲۶۵) میں [عِشْرِينَ لَيْلَةً] ہے، اور مشکوٰۃ مطبع لاہور میں بھی [لَيْلَةً] ہی ہے ”مظاہر حق“ مطبع لکھنؤ میں بھی [لَيْلَةً] ہی ہے، اس لئے [عِشْرِينَ لَيْلَةً] کی جگہ [عِشْرِينَ رُكْعَةً] (۲۰ رکعت) فرید بک اسٹال والے مترجم عبدالحکیم خان اختر کی اختراع معلوم ہوتی ہے، اور اُس کے حاشیہ پر مترجم نے ایک نوٹ درج کیا ہے جو حسب ذیل ہے: ”اس حدیث کے الفاظ [كَانَ يُصَلِّي عِشْرِينَ رُكْعَةً] کا واضح مطلب یہ ہے کہ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے، لیکن مولانا وحید الزمان صاحب نے ان لفظوں کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ بیس راتوں تک نماز پڑھا کرتے تھے، اور [عِشْرِينَ رُكْعَةً] کا بیس راتوں تک ترجمہ کر کے



ممکن ہے کہ علامہ صاحب نے اپنے ہم خیال لوگوں کو مطمئن یا خوش کر لیا ہو، لیکن ترجمانی کے پردہ میں حدیث کو بازیچہٴ اطفال بنا کر خیانت اور دھاندلی کا ایسا ارتکاب کیا ہے کہ اہل علم کو ہرگز زیب نہیں دیتا ۔

اختلافی مسائل میں اپنے موقف کو درست منوانے کے لئے احادیث میں کتر بیونت کر جانا اہل علم کا شیوہ نہیں، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔

اب استفسار یہ ہے کہ سنن ابی داؤد کے نسخے میں الفاظ [عِشْرِينَ رَكْعَةً] صحیح ہیں یا [لَيْكَةً] اور یہ کتر بیونت کس زمانہ میں ہوئی؟ اور اس کا بانی کون ہے ؟

[آپ کا خادم علی محمد خطیب جامع مسجد المحدثہ مداد، ڈاک خانہ خاص براستہ جنڈیالہ شیر خان ضلع تحصیل شیخوپورہ]۔

مدیر الاعتصام کا نوٹ :

اس پر الاعتصام کے اس وقت کے مدیر مولانا حافظ صلاح الدین صاحب یوسف (صاحب تفسیر احسن البیان) نے یہ نوٹ لکھا ہے : ”یہ عریضہ پڑھ کر سخت تعجب ہوا کہ اصل عربی نسخے میں تو ان حضرات نے تحریف کی تھی، اب بنائے فاسد علی الفاسد، کے مطابق ایک بریلوی ناشر نے اس تحریف کو اردو میں منتقل کر کے اور اس پر مذکورہ حاشیہ آرائی کر کے [نالے چور نالے چتر] یعنی [چوری اور سینہ زوری] کا کردار ادا کیا ہے، یعنی تحریف کا کردار ادا کرنے والے خود ہیں لیکن اسے المحدثہ مترجم مولانا وحید الزمان خان مرحوم کے سرمنڈھ دیا ہے، جنہوں نے بالکل صحیح ترجمہ کیا ہے ۔

فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ ۔

بہر حال عریضہ نگار کے اسی سوال کہ ابوداؤد میں یہ تحریف کیوں، کب اور کیسے ہوئی؟ کے جواب میں

ہم مولانا سلطان محمود صاحب حفظہ اللہ کا فضلانہ مقالہ شائع کر رہے ہیں جس میں ابوداؤد کے نسخے میں

مذکورہ تحریف کا جائزہ لیا گیا ہے، یہ مقالہ نعم الشہود علی تحریف الغالین فی سنن أبی داؤد کے نام سے کئی سال قبل پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا تھا، اسے ضرورتِ مذکورہ کے تحت اب دوبارہ [الاعتصام] میں شائع کیا جا رہا ہے جس سے مذکورہ سوال کا جواب سامنے آ جاتا ہے [وہو ہذا] (ص، ی)۔

اس ادارتی نوٹ کے بعد محدث جلال پوری کا رسالہ نقل کیا ہے، جس کا ضروری حصہ افادۂ عام کیلئے ہم یہاں پیش کر رہے ہیں :

## شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود صاحب محدث جلالپوریؒ کا ایک محققانہ مقالہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ .

ایک پانچ ورقی رسالہ بعنوان ”غیر مقلدین کے سفید جھوٹ کی حقیقت“، نظر سے گزرا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں آٹھ نہیں، جس میں مصنف نے بہت سی غیر ذمہ داری کی باتیں لکھی ہیں، لیکن انکے جواب کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ یہ مسئلہ صدیوں سے علماء کے مابین موضوع بحث رہ چکا ہے، اور اس پر فریقین کی طرف سے اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ اب مزید لکھنا ایک چھیڑ خانی اور بحث برائے بحث کے علاوہ کچھ نہیں، البتہ صرف ایک بات ایسی نظر سے گزری جو نئی ہے، اور خطرہ ہے کہ اس سے نئے فتنے جنم لیں گے، اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ علماء اسلام کو اس پر توجہ دلائی جائے تاکہ آئندہ کے لیے اس قسم کی ناپاک تحریفوں کو دینی دفاتر میں

راہ پانے سے روکا جاسکے، اور وہ بات یہ ہے کہ رسالہ مذکورہ کے صفحہ: (۵) پر ابوداؤد

شریف کے حوالے سے ایک حدیث کے الفاظ یوں نقل کیئے گئے ہیں :

(عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عَشْرِينَ رَكْعَةً). (بحوالہ ہفت روزہ الاسلام لاہور جلد ۱۶ شمارہ ۴۲ بابت ۱۸ شعبان ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۶ مارچ ۱۹۹۰ء .)

”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی امامت پر اکٹھے کیا اور وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھاتے تھے“۔

یہ ہے مصنف رسالہ کی عبارت، اس میں خط کشیدہ لفظ یعنی [رَكْعَةً] غلط ہے صحیح لفظ [لَيْلَةً] ہے، یعنی ابوداؤد شریف کی حدیث کے اصل الفاظ یوں ہیں :

(عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عَشْرِينَ لَيْلَةً وَلَا يَفْتَنُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي، فَإِذَا كَانَتِ الْعُشْرُ الْأَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ فَكَانُوا يَقُولُونَ أَبَقَ أَبِي).

”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے لوگوں کو حضرت اُبی بن کعب

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی امامت پر اکٹھے کیا، وہ لوگوں کو بیس راتیں تراویح پڑھاتے تھے، اور نصف ثانی کے سوا دعاء

قنوت نہیں کرتے تھے، جب آخری عشرہ آتا تو جماعت کرنا چھوڑ دیتے اور اپنے گھر میں نماز پڑھتے اور لوگ کہتے کہ ابی بھاگ گئے ہیں“۔

یہ ہیں حدیث کے اصل الفاظ جن میں بیس راتوں کا ذکر ہے نہ کہ بیس رکعتوں کا، اور ظاہر ہے

کہ [لَيْلَةً] کی بجائے [رَكْعَةً] کا لفظ لانا اور اسے بیس تراویح کے ثبوت کے لئے مستدل بنانا ایک

اہم دینی کتاب میں شرمناک تحریف ہے۔ اگر سوال پیدا ہو کہ جب [لَيْلَةً] کی

بجائے [رَكْعَةً] بعض مطبوعہ نسخوں میں موجود ہے تو پھر اسے تحریف کیوں کہا جائے؟ تو جواباً عرض

ہے کہ جن نسخوں میں لفظ [رُكْعَةً] موجود ہے، اُن کی حقیقت بعد میں بیان کی جائے گی، اُس سے پہلے وہ شواہد دیکھ لیئے جائیں جو تحریف پر دلالت کرتے ہیں اور وہ کئی امور ہیں :

پہلی شہادت :

۳۱۸ھ تک ابوداؤد کے جتنے نسخے ہندوستان میں طبع ہوئے، ان سب میں [كَيْلَةً] کا لفظ ہی مطبوع ہے، کہیں بھی [رُكْعَةً] والے نسخے کا اشارہ نہیں اور اسی طرح بیرون ہند آج تک جہاں بھی یہ کتاب طبع ہوئی، ان تمام مطبوعہ نسخوں میں لفظ [كَيْلَةً] ہی مرقوم ہے کہیں بھی [رُكْعَةً] کا اشارہ تک نہیں ہے، سوائے ان دو تین نسخوں کے جن کو دیوبندی ناشرین نے طبع کرایا، جن کا ذکر بعد میں آئے گا .

### دوسری شہادت :

جن اسلاف آئمہ و علماء نے سنن ابی داؤد کے حوالے سے یہی حدیث نقل فرمائی، ان سب نے [كَيْلَةً] کا لفظ نقل کیا، کسی نے بھی [رُكْعَةً] کے نسخہ کا صراحتاً یا اشارۃً ذکر نہیں کیا، ملاحظہ ہو [مشکوٰۃ المصابیح باب الفتوت، فصل ثالث] کی پہلی حدیث، جس کو صاحب مشکوٰۃ نے یوں نقل کیا ہے :

(عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ۞ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ عَشْرِينَ لَيْلَةً وَلَا يَفْتَتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي، فَإِذَا كَانَ الْعَشْرُ الْأَوَّلُ أَخْرَجُوا فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ فَكَانُوا يَقُولُونَ أَبَقَ أَبِي.) (ابوداؤد .)

”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ۞ نے لوگوں کو حضرت ابی ۞ کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر جمع کیا، وہ لوگوں کو بیس راتیں نماز پڑھاتے اور صرف نصف ثانی میں ہی دعاء قنوت کرتے تھے، اور جب عشرہ اخیر آتا تو جماعت کرنا چھوڑ دیتے، اور اپنے گھر میں نماز پڑھتے اور لوگ کہتے کہ ابی بھاگ گئے ہیں۔“

اسی طرح نصب الراية للامام الزيلعي الحنفی میں ہے :

(وَلِلشَّافِعِيَّةِ فِي تَخْصِيصِهِمُ الْقُنُوتَ بِالنِّصْفِ الْأَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ حَدِيثَانِ: الْأَوَّلُ أَخْرَجَهُ ابْنُ دَاوُدَ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ   جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ عَشْرِينَ كَلِمَةً.....الْحَدِيثُ). (نصب الراية جلد ثانی (ص: ۱۶۶) .

”شافعیہ کے پاس دعاء قنوت کو رمضان شریف کے نصفِ ثانی کے ساتھ خاص کرنے کی دو دلیلیں ہیں: پہلی دلیل ابوداؤد میں ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر   نے لوگوں کو حضرت ابی   کی امامت میں نماز تراویح پڑھنے پر جمع کیا اور وہ لوگوں کو بیس راتیں نماز پڑھاتے تھے... الخ“ .

نیز مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری میں ہے :

(وَعَنِ الْحَسَنِ وَهُوَ الْبَصْرِيُّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ   جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عَشْرِينَ كَلِمَةً... الخ) (مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری جلد ثانی (ص: ۱۲۵) .

”اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر   نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب   کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر جمع کیا تو وہ انھیں بیس راتیں نماز (تراویح) پڑھاتے تھے“ .

معلوم ہونا چاہیے کہ مختصر سنن ابی داؤد امام منذری کی کتاب ہے، جس میں امام موصوف نے سنن ابی داؤد کی تلخیص فرمائی ہے، یعنی ابوداؤد کے متون حدیث کو بحذفِ اسانید ذکر فرمایا ہے، ان تینوں بزرگوں کی کتب سے منقولہ عبارات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل حدیث میں [كَلِمَةً] ہی ہے اور انہوں نے یا ان کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ نے کہیں بھی لفظ [رَكْعَةً] کا اشارہ نہیں کیا، اسی قسم کے حوالے بہت سے دیئے جاسکتے ہیں، لیکن اختصار کے لئے انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے .

تیسری شہادت :

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو امام ابو داؤد ہی کے واسطے سے اپنی کتاب السنن الکبریٰ میں مسنداً روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

(اَنبَاَنَا أَبُو عَلِيٍّ الرَّوْذَبَارِيُّ اَنَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ دَاسَةَ ثَنَا أَبُو دَاوُدَ ثَنَا شُجَاعُ بْنُ مُخَلَّدٍ ثَنَا هُشَيْمٌ اَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ؓ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ، فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهْمُ عَشْرَيْنِ لَيْلَةً وَلَا يَقْنُتُ بِهْمُ اِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي فَإِذَا كَانَتِ الْعُشْرُالْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ فَكَانُوا يَقُولُوْنَ اَبَقَ اُبَيٌّ) . (السنن الکبریٰ جلد ثانی (ص ۴۹۸) .)

”ہمیں خبر دی ابو علیٰ روز باری نے ، ہمیں خبر دی ابو بکر بن داسہ نے ، ہمیں حدیث بیان کی ابو داؤد نے ، ہمیں حدیث بیان کی شجاع بن مخلد نے ، ہمیں حدیث بیان کی ہشیم نے ، ہمیں خبر دی یونس بن عبید نے ، اور بتایا کہ حضرت حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ عمر فاروق ؓ نے لوگوں کو حضرت ابیؓ کی اقتداء میں نماز تراویح پراکٹھے کیا ، وہ انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتے تھے اور صرف نصف آخر میں دعاء قنوت کرتے تھے ، جب عشرہ اخیر آتا تو جماعت کروانا بند کر دیتے اور اپنے گھر میں نماز پڑھتے اور لوگ کہتے کہ ابی بھاگ گئے ہیں“ .

### چوتھی شہادت :

روایت مذکورہ کے چوتھے جملے یعنی [فَإِذَا كَانَتِ الْعُشْرُالْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ] کا آغاز فائے تفریع و ترتیب سے ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ دوسرے جملے یعنی [فَكَانَ يُصَلِّي بِهْمُ عَشْرَيْنِ لَيْلَةً] پر مرتب ہے اور یہ ترتیب اس وقت صحیح ہو سکتی ہے جب اس جملہ میں لفظ [لَيْلَةً] ہی ہو ، اگر اس جملہ میں لفظ [رَكْعَةً] ہو تو پھر ترتیب اور تفریع صحیح نہیں رہتے اور باوجود فائے تفریعیہ کے یہ عبارت بے جوڑی بن جاتی ہے [كَمَا لَا يَخْفَى عَلَى مَنْ لَهُ اُذُنٌ مُّمارَسَةً بِالْعَرَبِيَّةِ] .

### پانچویں شہادت :

مولانا خلیل احمد صاحب حنفی سہارن پوری نے اپنی مشہور کتاب بذل المجہود فی حل ابی داؤد میں اس حدیث کو جب بغرض شرح لکھا ہے تو لفظ [لَیْلَةً] ہی کو ذکر کیا ہے اور اسی پر اپنی شرح کی بنیاد رکھی ہے، ان کی عبارت یہ ہے :

(فَكَانَ أَبِي بَصَلٍ لَّهُمْ عَشْرِينَ لَيْلَةً وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي، الظَّاهِرُ أَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْبَاقِي الْعُشْرُ الْأَوْسَطُ كَأَنَّهُ لَا يَقْنُتُ إِلَّا فِي الْعَشْرَةِ الثَّانِيَةِ وَأَمَّا الْعَشْرَةُ الثَّلَاثَةُ فَيَتَخَلَّفُ فِيهَا فِي بَيْتِهِ وَيَتَفَرَّدُ عَنِ النَّاسِ فَإِذَا كَانَتِ الْعُشْرُ الْأَوَّلَى وَآخِرُ تَخَلُّفِ أَبِي عَنِ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ وَكَانُوا أَيُّ النَّاسِ يَقُولُونَ أَبَقَ أَيُّ قَرَفَهَرَبَ أَبِي ) .

”حضرت ابی بصلؓ لوگوں کو بیس راتیں نماز پڑھاتے اور دعائے قنوت صرف نصفِ اخیر میں ہی کرتے تھے، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نصفِ اخیر [یا نصفِ باقی] سے مراد عشرہ وسطیٰ ہے گویا وہ صرف عشرہ وسطیٰ میں دعائے قنوت کرتے تھے، رہا عشرہ اخیرہ تو اس میں وہ جماعت کرنا ہی چھوڑ جاتے تھے اور لوگوں سے الگ تھلگ اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھتے تھے، جب عشرہ اخیرہ آتا تو وہ مسجد سے الگ ہو جاتے اور اپنے گھر میں تراویح پڑھتے تو لوگ کہتے کہ ابی بھاگ گئے ہیں“ .

اس عبارت سے واضح ہے کہ مولانا نے دوسرے علماء کے خلاف نصفِ باقی سے بیس راتوں کا آخری نصف یعنی درمیانہ عشرہ مراد لیا ہے حالانکہ باقی علماء نے بالخصوص شوافع نے نصفِ الباقی سے رمضان کا آخری نصف مراد لیا ہے اور مولانا کا یہ مراد لینا تب صحیح ہو سکتا ہے کہ جب لفظ [عَشْرِينَ لَيْلَةً] کا ہو، اگر لفظ [عَشْرِينَ رَكْعَةً] کا ہو تو پھر اس کا نصفِ باقی تو آخری دس رکعتیں ہوں گی نہ کہ رمضان کا درمیانہ عشرہ اور غالباً مولانا نے یہ توجیہ اس لیے کی ہے کہ شوافع کا مذہب ہے کہ قنوت الوتر رمضان کے نصفِ آخر کے ساتھ خاص ہے، اور وہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، اب اس توجیہ سے یہ حدیث ان کا مستدل نہیں بن سکے گی، بہر حال اس کی

توجہ ہم کچھ بھی کیوں نہ ہو، مولانا نے اس لفظ کو [عَشْرِينَ لَيْلَةً] ہی قرار دیا ہے [رَكْعَةً] نہیں .

پھر یہ بات بھی زیر غور رہنی چاہیے کہ امام ابو داؤد کی سنن کے نسخہ جات جو آپ کے شاگردوں نے آپ سے نقل کئے متعدد ہیں، جن میں سے زیادہ متعارف تین ہیں، ابوعلیٰ لؤلؤی کا نسخہ جو ہمارے بلاد میں مطبوع ہے اور ابن داسہؒ کا، اور ابن الأعرابیؒ کا، ان نسخوں میں اختلافات ہیں، کہیں اختلافات لفظی اور کہیں الفاظ کی کمی بیشی یا روایات کی کمی زیادتی، اور ان اختلافات نسخہ کو بالعموم شراح نے بیان کر دیا ہے اور خصوصاً مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی، جیسا کہ انھوں نے حضرت علیؓ کی تحت السرة والی حدیث کو ابن الأعرابی کے نسخہ سے نقل فرما دیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے :

(وَأَعْلَمُ أَنَّهُ كَتَبَ هُنَا عَلَى الْحَاشِيَةِ أَحَادِيثَ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ الْأَعْرَابِيِّ فَيُنَاسِبُ لَنَا أَنْ نَذْكُرَهَا، نَحْنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ الْبَنَانِيُّ بَنُو نَيْنٍ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ نَحْنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْوَاسِطِيِّ أَبُو شَيْبَةَ ضَعِيفٌ عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ السُّوَائِيِّ الْأَعْمَصِ بِمُهْمَلَتَيْنِ الْكُوفِيِّ مَحْهُوْلٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَهَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ السُّوَائِيِّ بِضَمِّ الْمُهْمَلَةِ وَالْمَدِّ يُكْنِيهِ صَحَابِيُّ مَعْرُوفٌ صَحَبَ عَلِيًّا، أَلَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مِنَ السَّنَةِ وَضَعُ الْكُفِّ عَلَى الْكُفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السَّرَّةِ .

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَقَالَ الشُّوْكَانِيُّ الْحَدِيثُ ثَابِتٌ فِي بَعْضِ نُسَخِ أَبِي دَاوُدَ وَهِيَ نُسَخَةُ ابْنِ الْأَعْرَابِيِّ وَلَمْ يُوجَدْ فِي غَيْرِهَا..... الخ) . (بذل الحجو و جلد ثانی (ص: ۲۳) .

وہی بات بھی علم میں رہے کہ انھوں نے حاشیہ میں اس مقام پر ابن الأعرابی سے کئی احادیث لکھی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ذکر کر دیں . رواۃ سند کے اسماء اور ان کے صحیح ضبط کے بعد کہتے ہیں کہ



حضرت علی ؓ نے فرمایا: سنت یہ ہے دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے اوپر، ناف کے نیچے

باندھا جائے۔

اس حدیث کو امام احمد و ابو داؤد نے روایت کیا ہے، امام شوکانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابو داؤد کے بعض نسخوں میں موجود ہے، یعنی ابن الأعرابی کے نسخہ میں موجود ہے اور اسکے علاوہ دوسرے کسی نسخہ میں نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو کہ کس طرح مولانا نے اس مقام پر دوسرے نسخے کی روایت اس جگہ بیان فرما کر اس کی شرح بھی کر دی اور اپنے دلائل متعلقہ تحت السّرۃ میں اس کو بھی پیش کر دیا، اب اگر حضرت ابی کی حدیث میں بھی نسخوں کا اختلاف ہوتا اور کہیں بھی لفظ [رُكْعَةً] کا وجود ہوتا تو مولانا اپنے استدلال کی خاطر اس کا ذکر فرماتے اور اپنے مستدلّات میں ایک دلیل بڑھا لیتے، حالانکہ بیس (۲۰) رکعات ثابت کرنے کے لئے انھوں نے علامہ نیموی کی کتاب آثار السنن میں سے وہ روایتیں نقل کر دی ہیں جن کے جوابات کئی بار علمائے حدیث دے چکے ہیں لیکن اس روایت کے بارے میں اشارہ تک نہیں فرمایا، ان مذکورہ بالا شواہد سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل لفظ [عِشْرِينَ] کیلئے ہی ہے اور اس کو [عِشْرِينَ رُكْعَةً] بنانا تحریف ہے۔

یہ تحریف کب ہوئی؟ کس نے کی؟ اور کیوں کی؟

ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ ہند میں ۱۳۱۸ھ تک جتنے نسخے سنن کے مطبوع ہوئے ان سب کے سب میں [عِشْرِينَ لَيْلَةً] ہی مطبوع ہے اور کسی قسم کا کوئی اشارہ نسخوں کے اختلاف کا نہیں ہے، البتہ جب مولانا محمود حسن کے حواشی کے ساتھ سنن کو چھپوایا گیا تو ناشرین نے خود یا کسی کے مشورہ سے متن میں [لَيْلَةً] اور اس کے اوپر [ن] کا نشان دے کر حاشیہ پر [رُكْعَةً] لکھ دیا، اس کے بعد جب مولانا فخر الحسن کے حواشی کے ساتھ طبع کرایا گیا تو اس کے متن میں [رُكْعَةً] لکھا اور اس کے اوپر [ن] کا نشان دے کر

حاشیہ پر [لَیْلَۃً] لکھ دیا، تاکہ یہ تاثر عام ہو جائے کہ یہاں نسخوں کا اختلاف ہے، اسی طرح بذل الجھو دے ساتھ سنن ابی داؤد کی طبع کے وقت متن میں [لَیْلَۃً] لکھا اور اوپر [ن] کا نشان دے کر حاشیہ پر [رُكْعَةً] لکھا، اور اس کے ساتھ یہ عبارت لکھ دی [کذا فی نسخة مقرؤة علی الشیخ مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ] بغیر اس وضاحت کے کہ یہ عبارت کس کی ہے؟ اس نسخہ کو کس نے دیکھا تھا اور کہاں دیکھا تھا اور اب وہ نسخہ کہاں ہے؟ یاد رہے کہ یہ عبارت مولانا کی شرح کی عبارت میں نہیں بلکہ اصل کتاب یعنی سنن ابی داؤد کے حاشیہ پر لکھی گئی ہے، پس یہ عبارت مجہول القائل ہونے کی بناء پر ناقابل اعتماد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس پوری کی پوری کاروائی سے یہ تاثر دینا مقصود تھا کہ سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں میں [عَشْرَیْن رُكْعَةً] موجود ہے تاکہ اس حدیث کو بیس (۲۰) رکعات تراویح کے ثبوت میں پیش کیا جاسکے، لیکن شواہد کے ہوتے ہوئے اس کاروائی کو ایک قسم کی تدلیس اور تلمیس نہ سمجھا جائے تو کیا کہا جائے؟ اگر کوئی کم فہم یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایسے علماء کے نام پر اور ان کے حواشی کے ساتھ کتابیں چھپوائی جائیں اور ان کتابوں میں ایسی تحریف کی جائے اور وہ خود یا ان کے شاگرد جو بڑے بڑے علماء ہیں اس پر خاموش رہیں، یہ کیسے ممکن ہے؟ تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ممکن اور ناممکن کی بحث بے فائدہ ہے، دنیا میں اس سے بڑی ان ہونی باتیں ہو چکیں اور آج تک موجود ہیں اور کسی کو بھی سوائے زبانی باتوں کے ان کی اصلاح کی توفیق نہیں ملی، حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سے کون واقف نہیں اور ان کی کتاب ایضاح الادلہ کو کون نہیں جانتا جو مولانا نے ایک اہلحدیث عالم کے جواب میں لکھی، جب کہ اس عالم نے ردِ تقلید پر آیت ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ سے استدلال کیا تو مولانا نے اس کا جواب دیا اور اپنے خیال میں اس کے جواب میں ایک آیت بھی لکھ دی اور اسی اپنی پیش کردہ آیت کو مستدل بنایا۔ لیکن اس آیت کا موجودہ کلام مجید میں کہیں بھی وجود نہیں، وہ لکھتے ہیں:

”اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ فی الحقیقت حکم تو حکم خداوندی ہے اور منصب حکومت

انبیائے کرام علیہم السلام و امام و قاضی و آئمہ مجتہدین یا دیگر اولوالامر عطاءے خداوند متعال بعینہ اس طرح پر ہوگا، جیسے منصب حکم، حکام ماتحت کے حق میں عطاءے حکام بالادست ہوتا ہے اور جیسے اطاعت حکام ماتحت سراسر اطاعت حکام بالادست سمجھی جاتی ہے، اسی طرح پر اطاعت انبیائے کرام علیہم السلام و جملہ اولی الامر بعینہ اطاعت خداوند جل جلالہ خیال کی جائے گی اور متبعین انبیائے کرام اور دیگر اولی امر کو خارج از اطاعت خداوندی سمجھنا ایسا ہوگا جیسا متبعین احکام حکام ماتحت کو کوئی کم فہم خارج از اطاعت حکام بالادست کہنے لگے یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾☆

ظاہر ہے کہ اولی الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں، سو دیکھیے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء و جملہ اولوالامر واجب الاتباع ہیں، آپ نے آیت: ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾☆ تو دیکھی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن کریم میں یہ آیت ہے، اُسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر بھی موجود ہے، عجب نہیں کہ آپ دونوں آیتوں کو حسبِ عادت متعارض سمجھ کر ایک کے نسخ اور دوسری کے منسوخ ہونے کا فتویٰ لگانے لگیں، انتہی۔ ”ایضاح الأدلہ“ (ص: ۹۷)۔

سابقہ عبارت کو غور سے دیکھا جائے کہ مولانا مرحوم کس طرح اہلحدیث عالم کی پیش کردہ آیت: ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾☆ کے مقابلہ میں ایک دوسری آیت پیش کر رہے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾☆ اور کس طرح اس عالم اہلحدیث پر پھبتی کتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ آیت تو دیکھ لی لیکن یہ دوسری آیت معروضہ احقر کا آپ کو اب تک پتہ نہیں چلا، اب سوال

یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دوسری آیت جس کا تعارف مولانا آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر کے الفاظ سے کر رہے ہیں، قرآن مجید کے کس پارہ میں ہے؟ یہ کتاب مولانا کے نام پر چھپی اور غالباً آپ کی زندگی میں چھپی اور آپ کے شاگردوں نے جو بڑے بڑے علماء تھے دیکھی، کیا کسی کو تو فنیق ملی کہ اس کی اصلاح کرے، اگر یہ ناممکن سی بات وجود میں آسکتی ہے تو پھر اس قسم کی کسی بھی کوتاہی کو جو کسی سے بھی سرزد ہو، ناممکن نہیں کہا جاسکتا اور اس قسم کی کوتاہیوں کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی سوائے اسکے کہ :

”الْعِصْمَةُ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ خَاصَّةً ﷺ“ (ہفت روزہ الاعتصام بابت ۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۰۸ھ بمطابق ۸ جولائی ۱۹۸۸ء)۔  
حکیم مولانا محمد اشرف صاحب سندھو کی تحقیقات کا خلاصہ :

کتب حدیث میں تغیر و تبدل کے سلسلہ میں ہی حکیم مولانا محمد اشرف صاحب سندھو نے بھی اپنی کتاب نتائج التقليد میں بڑی تفصیل ذکر کی ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں :

”سنن ابی داؤد ایسی مشہور و معروف اور مستند دینی کتاب جو صحاح ستہ کا جزء شمار کی جاتی ہے، اس میں نماز تراویح باجماعت کا ابتدائی واقعہ بلفظ یوں مروی ہے :

(عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ۓ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بَنِي كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ عَشْرِينَ لَيْلَةً وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ الْحَدِيثُ ....)۔ (سنن ابوداؤد باب القنوت فی الوتر مطبوعہ مصر ابوداؤد مطبوعہ قادری دہلی ۱۲۷۲ء جلد اول (ص: ۲۰۱)، ابوداؤد مطبوعہ محمدی دہلی ۱۲۶۲ء جلد اول (ص: ۲۰۳)۔

”حضرت حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ۓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب ۓ کی امامت پر اکٹھے کیا، وہ انھیں بیس راتیں تراویح پڑھاتے اور دعائے قنوت نہیں کرتے تھے، سوائے...))۔

الغرض دنیا بھر کے مطبوعہ اور قدیم قلمی نسخوں میں یہ حدیث [عَشْرِينَ لَيْلَةً] ہی کے لفظ سے منقول

ہے، نہ صرف یہی بلکہ علامہ ولی الدین رحمہ اللہ ایسے مشہور محدث نے مشکوٰۃ المصابیح میں بھی یہ حدیث ابوداؤد کے نام سے [عِشْرِينَ لَيْلَةً] ہی کے لفظ سے نقل کی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے جمیع قلمی اور تمام مطبوعہ نسخوں میں یہ حدیث اسی لفظ سے پائی جاتی ہے، ملاحظہ ہو: مشکوٰۃ مطبوعہ نور محمد حنفی نقشبندی (ص: ۱۱۴) باب قنوت فی الوتر، فصل ثالث، مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مصر (ص: ۱۶۷) فصل ثالث، اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ، باب قنوت فی الوتر، فصل ثالث۔

پہلا حملہ :

(شیخ الہند مولوی) محمود الحسن صاحب نے سنن ابوداؤد مطبوعہ مجتبائی دہلی کی تصحیح کرتے وقت اس حدیث کے متن میں تو لفظ [عِشْرِينَ لَيْلَةً] ہی رہے دیا، لیکن تصدیق و تائید حقیقت کے لئے [لَيْلَةً] پر نسخہ کا نشان دے کر حاشیہ میں یوں لکھا : [رُكْعَةً] كَذَا فِي نُسْخَةٍ مَقْرُوءَةٍ عَلَى الشَّيْخِ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ إِسْحَقَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى . (ابوداؤد جلد اول (ص: ۲۱۹) )۔

دوسرا حملہ :

مولوی خلیل احمد صاحب سہارن پوری نے شیخ الہند کی تصحیح کردہ ابوداؤد کو پسند کرتے ہوئے بذل الجہود فی حل ابی داؤد اس پر لکھی ہے، اور باب قنوت فی الوتر کی حدیث [عِشْرِينَ لَيْلَةً] کے متن اور حاشیہ کو اسی طرح بحال رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے، یعنی متن ابوداؤد میں تو [عِشْرِينَ لَيْلَةً] ہی رکھا اور حاشیہ پر لکھ دیا [رُكْعَةً] كَذَا فِي نُسْخَةٍ مَقْرُوءَةٍ عَلَى الشَّيْخِ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ إِسْحَقَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔

ملاحظہ ہو: بذل الجہود (ص: ۳۶۸)، گویا آنے والی نسلوں کو دھوکا دیا ہے کہ سنن ابی داؤد میں [عِشْرِينَ لَيْلَةً] اور [عِشْرِينَ رُكْعَةً] دونوں طرح آیا ہے، حضرت شیخ محمد اسحاق محدث دہلوی کے درس پر افتراء کی حقیقت کو جاننے کے لئے حضرت شیخ کے خاص حنفی تلامذہ سے مولانا علی احمد صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ جو خاص طور پر حضرت شیخ کے درس کا حوالہ ذکر کرنے کے عادی ہیں، انکے حاشیہ کا دیکھ لینا ضروری

ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری [باب إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ] کے حاشیہ میں بغیر اپنی تحقیق کیے صرف حضرت شیخ الہند کے قول سے [إِلَّا رَكْعَتِي الْفَجْرِ] پہنٹی کا حوالہ لکھا ہے، اگر سہارن پوری صاحب رحمہ اللہ [رَكْعَةً] والے نسخہ کا ذکر درس شیخ میں سُن پاتے تو اپنے حاشیہ مشکوٰۃ یا بخاری میں ضرور ذکر کرتے، اور ایسے ہی حضرت شیخ کے دوسرے تلمیذ نواب قطب الدین صاحب نے بھی ”مظاہر الحق“ میں ذکر نہیں کیا، پھر شیخ کے قریب کے زمانہ میں دو خفی بزرگوں کی تصحیح سے سنن ابوداؤد کے دو نسخے مطبوع ہیں، ایک قادری دہلوی اور دوسرے محمدی دہلوی تھے، ان میں بھی خفی بزرگوں نے [رَكْعَةً] والے نسخہ کا ذکر نہیں کیا، جو اس امر کی مجسم دلیل ہے، کہ یہ سب بعد کی ساخت برداشت ہے۔

### تیسرا جملہ :

مولوی فخر الحسن اور فیض الحسن صاحبان گنگوہی رکن رکین دیوبند دونوں باپ بیٹے نے ابوداؤد مطبوعہ مجیدی کانپور ۱۳۳۵ھ کی تصحیح و حواشی کرتے ہوئے [رَكْعَةً] کو متن حدیث میں لکھ کر اصل پر [نسخہ] کا نشان دیتے ہوئے حاشیہ میں [لَيْلَةً] کو نسخہ قرار دے دیا، ملاحظہ ہو: ابوداؤد (ص: ۲۰۲) مع حاشیہ تعلیق المحمود جلد اول مطبوعہ مجیدی کانپور۔

### چوتھا جملہ :

چوتھے شہسوار نے ابوداؤد مطبوعہ نولکشور کی تصحیح کرتے ہوئے پہلے تینوں سے بڑھ چڑھ کر جو ہریوں دکھائے کہ [عِشْرِينَ لَيْلَةً] کو متن حدیث میں ہی [عِشْرِينَ رَكْعَةً] کر دیا، ملاحظہ ہو: ابوداؤد (ص: ۲۰۳) مطبوعہ نولکشور۔

### دعوائے اجماع اور اسکی حقیقت :

بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیس رکعات تراویح پر اجماع ہو گیا تھا اور پھر تمام شہروں میں اسی پر عمل برقرار رہا جیسا کہ علامہ عینی نے عمدۃ القاری

(۱۷۸/۷۴) میں علامہ بیٹمی نے مجمع الزوائد (۱۷۲/۳) میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ

شرح مشکوٰۃ (۱۷۵/۲) میں ذکر کیا ہے۔

علامہ مبارکپوری کی تحقیق :

جبکہ علامہ مبارکپوری لکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ سخت باطل ہے، کیونکہ خود علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں کہا ہے کہ عدد رکعات تراویح کے بارے میں بکثرت اقوال پائے جاتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ واقعہ حرہ سے پہلے یعنی تقریباً ایک سو اور چند سال سے زیادہ عرصہ سے لیکر آج تک مدینہ منورہ میں اڑتیس رکعات تراویح اور ایک رکعت وتر پر عمل ہوتا آ رہا ہے، جبکہ خود اپنے لیے امام دارالبحرہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے گیارہ رکعتیں اختیار فرمائیں۔ اور معروف فقیہ اسود بن یزید چالیس رکعات تراویح اور سات رکعات وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور ان کے علاوہ باقی اقوال بھی پیش نظر رکھیں جو علامہ عینی نے ذکر کیے ہیں (جبکہ بارے میں اس موضوع کے شروع میں اشارہ کیا جا چکا ہے)۔

اب ان سب اقوال کو پیش نظر رکھ کر ہمیں کوئی بتائے کہ بیس تراویح پر اجماع کہاں ہوا؟ اور تمام شہروں میں اس پر عمل برقرار کیسے رہا؟ (تحفۃ الاحوذی ۵۳۱/۳-۵۳۲)۔

شیخ البانی کا نظریہ :

علامہ مبارکپوری کے اس اجماع کو سخت باطل قرار دینے کا تذکرہ کرنے کے بعد شیخ البانی لکھتے ہیں کہ اسکی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر اجماع کا یہ دعویٰ صحیح ہوتا تو متاخرین فقہاء اسکی مخالفت نہ کرتے حالانکہ تراویح کے بارے میں آٹھ سے کم اور زیادہ دونوں قسم کے اقوال پائے جاتے ہیں لہذا صرف کسی کتاب میں اجماع کا ذکر کر دینے سے اجماع ثابت نہیں ہو جاتا اور پھر جب کسی ایسے اجماع کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے جستجو کی جاتی ہے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اجماع کے بارے میں ایسے اکثر دعوے غلط ہیں مثلاً بعض لوگ تین رکعات وتر پر اجماع کے مدعی ہیں حالانکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے

ایک وتر پڑھنا بھی ثابت ہے۔ (نماز تراویح ص: ۹۷ اردو، ص: ۷۲ عربی)

### نواب صدیق حسن خاں کا ارشاد :

اجماع کے متعلق علامہ نواب صدیق حسن خاں (والی ریاست بھوپال) صحیح مسلم کی شرح السراج الوہاج کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں :

اجماع کا ذکر کرنے میں بہت زیادہ سہل انگاری سے کام لیا گیا ہے۔ جو شخص فقہی مذاہب سے معمولی واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ فقہی مذاہب کے پیروکار اس خیال میں مبتلا ہیں کہ فلاں مذہب کے پیروکار جس مسئلہ پر متفق ہو چکے ہیں انکا وہ اتفاق گویا اجماع ہے۔ میرے نزدیک اس قسم کا خیال بہت ہی فاسد ہے۔ نتیجتاً معمولی بصیرت رکھنے والا کوئی شخص جب دیکھے گا کہ فلاں کام عوام میں رواج پذیر ہے تو وہ اس پر اجماع کی چھاپ لگانے کی کوشش کرے گا، اگرچہ اسکے اس غلط فعل سے مخلوق الہی کو عظیم خطرات سے ہی کیوں نہ دوچار ہونا پڑے۔ کسی دلیل کی روشنی میں تو اس قسم کا فیصلہ عوام الناس پر ٹھوسا جاسکتا ہے، لیکن اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ دعوائے اجماع میں حزم و احتیاط کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا بلکہ مشہور چار فقہی مکاتب فکر جس مسئلہ میں متفق الرائے ہوں وہ اس اتفاق کو اجماع سے تعبیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ متاخرین علماء میں سے امام نووی اور ایسے ہی بعض دیگر علماء دعوائے اجماع کے معاملے میں غیر محتاط ہیں۔ صحیح مسلم پر انکی شرح میں اسکی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

لیکن یاد رہے کہ محققین علماء ایسے اجماع کو جت نہیں مانتے کیونکہ مذاہب اربعہ کے وجود میں آنے سے پہلے والے تین زمانوں کو خیر القرون قرار دیا گیا ہے اور آئمہ اربعہ کا دور خیر القرون نہیں ہے۔ اور پھر انکے دور میں بھی انکے علاوہ کتنے ہی کبار اہل علم موجود تھے جو کہ درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ اور پھر انکے دور سے لیکر دورِ حاضر تک ہر عہد میں مشہور اہل علم و فضل موجود رہے ہیں جو کہ اجتہاد و استنباط کی دولت سے بہرہ ور بھی تھے اور اس حقیقت سے کوئی بھی منصف مزاج شخص انکار نہیں کر سکتا اگرچہ دورِ حاضر میں راہ



اعتدال اختیار کرنا اور انصاف کی بات کہنا کا رے دارد۔

غرض کسی مسئلہ میں صرف آئمہ اربعہ کے اتفاق کر لینے کو اجماع قرار دینا ان آئمہ و اہل علم کے ساتھ نا انصافی ہے جو کہ خود ان آئمہ اربعہ کے عہد میں علمی جاہ و جلال رکھتے تھے اور انکے علم و فضل کا ططنہ چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا تھا۔

(مقدمہ السراج الوہاج فی کشف مطالب صحیح مسلم ابن الحجاج ۳/۱، بحوالہ بالاص: ۷۹-۸۰، ص: ۷۲-۷۳ عربی)

### امام شوکانی کا نقطہ نظر:

عموماً جب بعض کتب میں ”اجماع“ کی بحث کو دیکھا جاتا ہے تو قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جس نے اجماع کو نقل کیا ہے اسے اس مسئلہ میں اختلاف کا علم ہی نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ ناقل کے عدم علم سے اختلاف کا عدم وجود تو ہرگز لازم نہیں آتا، زیادہ سے زیادہ اُس اجماع کو ظن کے ساتھ تعبیر کیا جاسکتا ہے اور ظن کو اجماع کی دلیل قرار دینا صحیح نہیں جبکہ ظن جُت ہی نہیں اور اجماع جُت ہے لہذا کسی ایک شخص کے ظن سے پوری امت کو کسی فعل کا پابند کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ المختصر جس اجماع کی بنیاد ظنی قضا یا پر پر استوار ہوگی ایسے اجماع کو ٹھکرانے میں کسی پس و پیش سے ہرگز کام نہ لیا جائے جبکہ جمہور علماء اصول کا کہنا ہے کہ اجماع میں اخبارِ آحاد کو بھی شرف قبولیت سے نہیں نوازا جائیگا۔ (بحوالہ نماز تراویح ص: ۸۰-۸۱، ملخصاً ۷۳-۷۴ عربی، وبل الغمام حاشیہ شفاء الاوام للشوکانی)

اس موضوع کی تفصیل التقریب للفاضل، حصول المامول للشوکانی، دلیل الطالب للتوابع اور احکام الاحکام لابن حزم وغیرہ کتب میں دیکھ سکتے ہیں۔

### خلاصہ کلام:

سابقہ گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا کہ بیس تراویح پر اجماع کا دعویٰ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ہے اور اس عدد پر استمرار و دوام کا دعویٰ بھی اسی قبیل سے ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ گیارہ رکعتیں

(آٹھ تراویح + تین وتر) ہی ثابت ہیں اور بیس کی تمام روایات ضعیف و ناقابلِ حجت ہیں۔

پھر ائمہ کے اجماعی مسائل کو جمع کرنے والے قدیم عالم امام ابن المنذر (۳۱۸ھ) نے اپنی کتاب

الاجماع میں اسکا ذکر تک نہیں کیا (دیکھیے: الاجماع بتقین ڈاکٹر صغیر احمد، طبع دار طیبہ الریاض)

البتہ موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی کے شامی مؤلف شیخ سعدی ابو حبیب نے حال ہی میں جو یہ کتاب

(۱۳۹۲ھ، ۱۹۷۲ء میں) مرتب کی تو اسمیں المغنی ۱۳۹/۲ اور بدایۃ المجتہد ۲۰۲/۱ کے حوالہ سے لکھ دیا کہ

نماز تراویح بیس رکعتیں ہے اور یہ حضرت عمر ؓ کا عمل ہے اور انکے عہد خلافت میں صحابہ کرام ؓ کا اسی

عدد پر اجماع ہو گیا تھا۔ (موسوعۃ الاجماع ۱۵۵/۱ طبع دار العربیہ بیروت)۔

جبکہ اس دعوے کی حیثیت متعین کرنے کیلئے تفصیل ہم نے ذکر کر دی ہے، اسکی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا بہت

آسان ہے کہ اس دعویٰ کے وقت حزم و احتیاط سے کام نہیں لیا گیا بلکہ یہ سراسر جلد بازی کا نتیجہ ہے ورنہ

صحیح الاسناد آثار سے عہد فاروقی میں اور خصوصاً حضرت عمر فاروق ؓ کا ارشاد گیارہ رکعتوں کی دلیل ہے

اور مرفوع احادیث اس پر مستزاد ہیں جن سے گیارہ رکعتوں کا ہی ثبوت ملتا ہے تو پھر بیس پر اجماع کا دعویٰ

چہ معنی دارد؟

مؤلف موسوعہ کو چاہیے تھا کہ اس اجماع کو اگر نقل کیا ہی تھا تو پھر اس پر بھی اُسی طرح تعلیق و حاشیہ چڑھا

دیتے جیسا انھوں نے اسی جلد اول ص: ۶۱۹ پر مدرک رکوع کی رکعت کے سلسلہ میں چڑھایا ہے کہ جب

کتنے ہی کبار آئمہ و فقہاء (جن میں سے بعض کے انھوں نے نام لکھے ہیں اور بعض کی طرف اشارہ کیا

ہے) مدرک رکوع کی رکعت کو نہیں مانتے تو پھر رکعت شمار کرنے پر اجماع کا دعویٰ کرنے والوں پر بھی

تعجب ہے۔ اس طرح براءت ذمہ اور علمی امانت کی ادائیگی ہو جاتی اور بیس تراویح پر اجماع کی قلعی بھی

کھل جاتی۔ اور ص: ۶۵۶، ۶۵۸، ۶۶۰، ۶۶۵ پر ہی بس نہیں بلکہ شروع کتاب سے لیکر دونوں جلدوں

کے ساڑھے بارہ سو صفحات پر سینکڑوں ایسی تعلیقات موجود ہیں، لیکن شاید کوئی ذہنی تحفظ تراویح کے مسئلہ

پر تعلق چڑھانے سے مانع رہا ہو۔ واللہ من وراء القصد

ایسے ہی اجماع کے دعویٰ کے پیش نظر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ المعروف بہ امام اہل السنۃ نے فرمایا تھا:

(ممن ادعیٰ الاجماع فقد کذب و ما یدریہ و الناس قد اختلفوا)۔

(بحوالہ موسوعۃ الاجماع، مقدمہ ص: ۲۹)۔

”جس نے کسی مسئلہ پر اجماع کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا۔ اسے کیا معلوم ہے کہ کہیں اہل علم نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہو“۔

اور اس سے ملتے جلتے خیالات ہی امام شافعی رحمہ اللہ کے بھی ہیں۔ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی

اسی طرح کے بعض دیگر آثار بھی پیش کئے جاتے ہیں جن سے بیس تراویح ثابت کی جاتی ہیں بلکہ بعض کی رُو سے تو اس پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا جاتا ہے جبکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور وہ آثار ضعیف ہیں اور ان میں صحیح بخاری و مسلم کی مرفوع احادیث رسول ﷺ کے مقابلہ کی تاب نہیں ہے۔

مسئلہ تراویح اور سعودی علماء و مشائخ :

بعض لوگ سعودی عرب کے کسی عالم کے کسی قول و عمل کو بنیاد بنا کر یہ رٹ لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ سعودی علماء بھی بیس تراویح کے قائل و فاعل ہیں۔ جبکہ یوں ”سعودی علماء“ کا اطلاق ہرگز درست نہیں، بلکہ سعودی عرب کے ہزار ہا علماء میں سے صرف چند علماء ایسے ہیں جنہیں اس سلسلہ میں پیش کیا جاسکتا ہے، جیسے شیخ عطیہ محمد سالم اور شیخ عبدالعزیز المسلمان رحمہما اللہ وغیرہ۔ اور صرف ایک دو علماء کا نام لے کر کوئی کہہ دے کہ ”سعودی علماء“ بھی بیس تراویح کے قائل و فاعل ہیں تو یہ سراسر غلط بات اور مغالطہ دہی ہے کیونکہ سعودی عرب میں رہنے والے لوگ جانتے ہیں کہ معدودے چند علماء کے سوا پورے ملک کی تمام مساجد میں نماز تراویح کی امامت کروانے والے آئمہ و علماء صرف گیارہ رکعت ہی پڑھاتے ہیں اور یہ عمل عام اس بات کی دلیل ہے کہ ”سعودی علماء“ آٹھ تراویح کو ہی سنت و افضل سمجھتے ہیں، البتہ آٹھ

سے زیادہ کو عام نفل سمجھتے ہوئے پڑھنے سے منع نہیں کرتے، اور اس بنیاد پر آٹھ سے زیادہ تراویح پڑھنے سے کوئی بھی تو منع نہیں کرتا، اور اس نظریہ کے مطابق زیادہ پڑھنے والوں پر نکیہ نہیں کرنی چاہیئے۔ البتہ آٹھ سے زیادہ کو ”سنت“ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ بقیہ رکعتیں محض نفل کہی جاسکتی ہیں۔

علامہ ابن باز رحمہ اللہ :

سعودی علماء میں سے امام عصر علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن بازؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ انکی سربراہی میں کام کرنے والی دائمی فتویٰ کمیٹی کے فتاویٰ کے مجموعہ میں انکی رائے یوں مرقوم ہے:

(و الافضل ما كان النبی ﷺ يفعلہ غالباً و هو ان يقوم بثمان ركعات يسلم من كل ركعتين و يوتر بثلاث مع الخشوع و الطمأنينة و ترتيل القراءة لما ثبت في الصحيحين عن عائشة رضي الله عنها ..... )۔ (مجموع فتاویٰ اللجنة الدائمة ۳۱۲/۷)۔

”افضل وہ ہے جو نبی ﷺ کا غالب و اکثر عمل تھا کہ ہر شخص آٹھ رکعتیں پڑھے، ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے، اور پھر تین رکعات وتر پڑھے اور پوری نماز میں خشوع و خضوع، سکون و اطمینان اور ترتیل قرآن ضروری ہے، چنانچہ امام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں یہی [گیارہ رکعتیں ہی] ثابت ہیں.....“۔

اور اس سے آگے موصوف نے صحیح بخاری و مسلم والی وہ حدیث بھی ذکر فرمائی ہے جو ہم اس موضوع کے شروع میں [پہلی حدیث کے تحت] ذکر کر آئے ہیں۔

علامہ ابن شمیم رحمہ اللہ :

سعودی علماء میں سے فقیہ عصر علامہ محمد بن صالح ابن شمیم سے کون ناواقف ہے، انھوں نے اپنی مشہور کتاب ”محالس شهر رمضان“ میں لکھا ہے :

”سلف صالحین امت نے نماز تراویح و وتر رکعات میں مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ کسی نے ۴۱، کسی

نے ۳۹، کسی نے ۲۹، کسی نے ۲۳، کسی نے ۱۹، کسی نے ۱۳، کسی نے ۱۱ اور کسی نے کچھ اور کہا ہے:

(وارجعْ هذم الاقوال انها احدی عشر او ثلاث عشر لما فی الصحیحین عن عائشة رضی اللہ عنہا ..... )۔ (مجالس شہر رمضان ص: ۱۹)۔

”ان سب اقوال میں سے رائج تر قول گیارہ یا تیرہ رکعتوں والا ہے جسکی وجہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے۔“

اس سے آگے علامہ موصوف نے وہی حدیث ذکر کی ہے جسکی طرف سابقہ سطور میں اشارہ گزرا ہے اور صحیح بخاری کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث بھی نقل کی ہے جس میں تیرہ رکعتوں کا ذکر آیا ہے اور آگے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما والا وہ اثر بھی ذکر کیا ہے جس میں انھوں نے دو صحابہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم فرمایا تھا، جو ہم اس موضوع کے شروع میں [چوتھی حدیث کے تحت] ذکر کر آئے ہیں اور یہی تفصیل انھوں نے اپنی کتاب فصول فی الصیام والتراتج والركوة میں ذکر کی ہے اور لکھا ہے:

(والسنة أن یقتصر علیٰ احدی عشر رکعة)۔

”سنت یہی ہے کہ گیارہ رکعتوں پر ہی اکتفاء کیا جائے۔“

پھر متعلقہ احادیث ذکر کر کے آگے جا کر گیارہ سے زیادہ رکعتیں پڑھنے میں کوئی حرج نہ ہونے کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے :

”لكن المحافظة علی العدد الذی جاء به السنة مع التانی والتطویل افضل وأكمل۔“

(کتاب مذکورہ ص: ۱۶-۱۷)

”لیکن حدیث میں وارد مسنون عدد (یعنی گیارہ رکعتوں) پر محافظت ہی افضل و اکمل ہے اور ساتھ ہی

اطمینان و سکون اور طویل قراءت و تلاوت کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔“

## ایک اشکال کا حل :

جن بعض احادیث میں تیرہ رکعات آئی ہیں اُن تیرہ رکعات سے مراد گیارہ تراویح اور وہ دو رکعتیں ہیں جو نبی ﷺ نے دو ایک مرتبہ نماز تہجد کے ساتھ وتروں کے بعد پڑھی تھیں تاکہ وتروں کے بعد بھی رات کو عبادت و نماز کا جواز میسر فرمائیں، یا پھر یہ نماز فجر کی پہلی دو سنتیں ہیں، جنہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کی قیام اللیل کی رکعتیں سمجھا، جیسا کہ امام نووی، علاء مہ عینی، اور مبارکپوری نیز دوسرے شارحین نے وضاحت کی ہے۔

(دیکھیے: شرح مسلم نووی ۱۶/۶۳-۲۱، عمدة القاری ۸/۷۸، ۲۰۵، ۲۰۶، ۱۲۶/۱۱، ۱۲۷، تحفۃ الاحوذی ۵۲۲/۳-۵۳۲)۔

## مسئلہ تراویح اور سعودی فتویٰ کمیٹی :

سعودی عرب کی فعال فتویٰ کمیٹی نے بھی نماز تراویح کی گیارہ رکعتوں کا ہی فتویٰ دیا ہے چنانچہ مجموع فتاویٰ اللجنة الدائمہ میں لکھا ہے :

(صلوة التراویح سنة، سنّها رسول الله ﷺ و قد دلّت الأدلة على انه ﷺ ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة)۔

[دستخط شیخ عبداللہ بن قعود، شیخ عبداللہ بن غدیان، شیخ عبدالرزاق عفی، علاء مابن باز]۔

(مجموع فتاویٰ اللجنة الدائمہ ۱۹۴/۷)۔

”نماز تراویح رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور دلائل شاہد ہیں کہ نبی ﷺ رمضان اور کسی بھی دوسرے مہینے میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے“۔

## مسئلہ تراویح اور آئمہ و علماء حرمین شریفین :

حرمین شریفین کی آذان و اقامت، نماز پنجگانہ، خطبات جمعہ و عیدین اور نماز تراویح کی جماعت سعودی ٹیلیوژن سے لائیو نشر ہوتی ہے اور لوگ اکہری اقامت بھی سنتے ہیں، نماز میں سینے پر یا کم از کم ناف سے

اوپر بندھے ہوئے ہاتھ دیکھتے ہیں۔ آمین کی آواز سے حریم شریفین کا گونج جانا بھی محسوس کرتے ہیں، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والی رفع یدین بھی دیکھتے ہیں۔ آئمہ و علماء حریم شریفین کے خطابات جمعہ و عیدین میں توحید باری تعالیٰ کا غلغلہ بھی سنتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اسکے سوا کسی کو نہ پکارنا، غیر اللہ سے استغاثہ و استعانت نہ کرنا، قبروں کو نہ چومنا، انکا طواف نہ کرنا، درباروں مزاروں پر چڑھاوے نہ چڑھانا، پیروں فقیروں کے نام سے کام کرنے والے بہروپیوں کے ہاتھ ایمان و مال نہ لٹانا، نبی ﷺ کی سنت کو حرزِ جان بنانا، بدعات سے اپنے ہاتھ نہ رنگنا اور اپنے اعمال برباد نہ کرنا، یہ سب باتیں سنتے ہیں، اور تین و تر پڑھنے کا طریقہ بھی دیکھتے ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کو ایک کان سے سنتے ہیں اور دوسرے سے نکال دیتے ہیں۔ سال بھر کے شب و روز کے اعمال و افعال میں سے اگر کوئی چیز دل و دماغ اور کانوں میں اٹک بلکہ چمٹ کر رہ جاتی ہے تو وہ صرف [بیس تراویح]۔

دیگر تمام مسائل سے چشم پوشی اور مسئلہ تراویح پر گرم جوشی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور اصل حقیقت کو واضح کرنے کی بجائے حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا جاتا ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے اور ہر شخص دیکھتا اور جانتا ہے کہ حریم شریفین میں ہر امام صرف دس رکعتیں ہی پڑھاتا ہے، نہ کہ بیس جیسا کہ عموماً مغالطہ ہوتا اور دیا جاتا ہے۔ پہلے ایک امام دس رکعتیں پڑھاتا ہے اور پھر دوسرا آتا اور تروں سمیت تیرہ رکعتیں پڑھاتا ہے۔

ان دو مسجدوں [حریم شریفین] کے، دوسری مساجد سے مختلف حالات کو پیش نظر رکھا جائے شرفِ زمان و مکان بھی ملحوظ رہے (زیارت و طواف اور ہزاروں لاکھوں گناہ اجر و ثواب وغیرہ) اور پوری مملکت سعودی عرب اور پوری خلیج عربی کے ممالک کی دیگر لاکھوں مساجد میں گیارہ رکعتیں پڑھائی جانے پر بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ افضل و سنت صرف گیارہ رکعتیں ہی ہیں اور اگر کوئی عام نقلی نماز قرار دیتے ہوئے اس سے زیادہ بھی پڑھتا ہے تو اسکا فعل موجب نکیر نہیں ہے۔

ویسے بھی مصادرِ شریعت صرف قرآن و سنت اور اجماع صحابہ ہیں، نہ کہ کسی ملک، علاقے یا کسی شہر کا کوئی عمل۔

آل سعود کی حکومت سے پہلے حرمین شریفین میں چار مصلے ہوا کرتے تھے۔ ایک ہی نماز کی چار اذانیں چار ہی امام اور چار ہی جماعتیں۔ اب اس کا کیا کریں گے؟ اور پھر یہ بھی کہہ ہی لینے دیجئے کہ جن لوگوں کے نزدیک دیگر تمام مسائل و احکام [اصول و فروع] میں آئمہ حرمین ”وہابی“ اور ناقابلِ التفات ہیں، اُن کے یہاں تراویح کے مسئلہ میں وہ کیسے قابلِ التفات و عمل ہو گئے؟ لگتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

۱ اپنے آپ کو اصول و عقائد میں ماتریدی [اشعری]، فروع و احکام میں حنفی اور تصوف و سلوک میں نقشبندی، سہروردی، چشتی اور قادری سلسلوں کے پابند ماننے والے ان ”وہابیوں“ کے پیروکار کیسے بن گئے؟ جن کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کو دہرانے کے فتوے بھی دیئے جا چکے ہیں۔ اور اگر واقعی ”پرانا غصہ“ تھوک چکے ہیں تو پھر بسم اللہ کیجئے جس طرح بیس تراویح میں آئمہ کعبہ و حرمین کو دلیل بنا رہے ہیں اسی طرح اصول و عقائد اور فروع و احکام میں بھی انہی کی طرح خالص کتاب اللہ اور سنت صحیحہ پر عمل کا رویہ اپنائیں۔

اسی میں ہم سب کی بھلائی و نجات ہے۔ واللہ الموفق

آٹھ رکعات تراویح کا ثبوت علماء و فقہاء احناف کی کتب سے :

۲ سابق میں ہم متعدد صحیح احادیث اور بعض آثارِ صحابہ ﷺ ذکر کر آئے ہیں جنکی رو سے تراویح کا عدد مسنون آٹھ رکعتیں ہی ہے اور و تروں سمیت گیارہ رکعات۔ اور انہی احادیث و آثار کے پیش نظر ہی اور تو اور، خود ہمارے علماء احناف نے بھی اعتراف کیا ہے کہ تراویح کا عدد مسنون گیارہ [مع وتر] ہی ہے



علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری میں نبی اکرم ﷺ کے باجماعت نماز تراویح پڑھانے سے تعلق رکھنے والی احادیث کی شرح میں لکھا ہے:

(فان قلت : لم یُبین فی الروایات المذكورة عددُ الصلوة التي صلَّها رسول الله ﷺ في تلك الليالي ، قلت : رواه ابنُ خزيمة و ابنُ حبان من حديث جابر رضي الله عنه قال :

صلَّى بنا رسول الله ﷺ في رمضان ثمان ركعات ثم اوتر)۔ (عمدۃ القاری ۴/۱۷۷)۔

”اگر آپ کہیں کہ ان روایات میں اس بات کی وضاحت تو نہیں آئی کہ ان راتوں میں نبی ﷺ نے باجماعت نماز تراویح کی کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں؟ تو میں کہوں گا کہ صحیح ابن خزيمة و ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور پھر وتر پڑھے۔“

یہی حدیث علامہ زیلعی حنفی نے نصب الراية میں نقل کی ہے۔ اور بیس رکعتوں والی حدیث کو ضعیف قرار دینے کے ساتھ ساتھ ہی انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث بھی ذکر کی ہے جس میں سال بھر کی ”صلوۃ اللیل“ گیارہ رکعتیں ذکر ہوئی ہیں۔ (نصب الراية ۲/۱۵۲-۱۵۳)۔

(۱) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد خاص امام محمد نے اپنی کتاب مؤطا میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی گیارہ رکعتوں والی مذکورۃ الصدور حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

(۲) (بهذا نأخذ كله)۔ (موطا امام محمد ص: ۹۳ و فی بعض الطبعات ص: ۱۳۸-۱۳۹)۔

”ہم اسی سب کو لیتے ہیں“۔

امام محمد نے گیارہ رکعتوں والی حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے:

بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ یعنی ماہ رمضان میں قیام اللیل [تراویح] کا بیان۔ (دیکھیے: مؤطا امام محمد ص: ۱۳۸)۔

(۲) مولانا عبدالحی نے امام محمد کی اس تبویب پر لکھا ہے:

و يُسمَّى التراویحُ ، قیامِ شہرِ رمضان یعنی تراویح کو ہی قیامِ ماہ رمضان بھی کہا جاتا ہے۔

(تعلق المجروح: ۱۳۸)۔

یہی بات نصب الرایۃ (۱۵۲۲)، شرح مسلم (۲۵۹/۱)، تنویر الحواک (۱۳۵/۱) اور التعلیق الصیح (۱۰۴۲) میں بھی کہی گئی ہے۔

اور یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ امام محمد کا یہ کہنا کہ ”ہم اسی سب کو لیتے ہیں“ اور بیس رکعتوں کا ذکر تک بھی نہیں کیا، اس سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی ہے، کیونکہ امام صاحب سے بیس رکعت تراویح صحیح سند قطعاً ثابت نہیں ہے۔

امام ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں عدد تراویح سے تعلق رکھنے والی احادیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے :

(فتححصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر في جماعة، فعلة رسول الله ﷺ)۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ جلد اول ص: ۳۳۴)۔

”اس ساری تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ قیام رمضان کی مسنون تعداد گیارہ رکعتیں مع الوتر ہے باجماعت، نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا۔“

(۱) مولانا عبدالحی لکھنوی مؤطا امام محمد کے حاشیہ التعلیق لمجد اور دیگر کتب میں لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو وُتروں کے سوا آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔“ (التعلیق لمجد علی مؤطا محمد ص: ۹۳ و فی بعض

الطبقات ص: ۱۳۸، عمدة الرعاۃ علی شرح الوقایۃ ۲۰۷/۱، وثقة الاخیار ص: ۲۸ وحاشیہ ہدایہ ۱۵۱/۱)۔

اپنی کتاب ”ثقة الاخیار“ ص: ۳۸ میں انھوں نے لکھا ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ جن راتوں میں نبی ﷺ نے جماعت کروائی تھی آپ ﷺ نے تو کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اُنکی تعداد آٹھ رکعتیں تھی جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے۔

(۳) اور اپنی ایک تیسری کتاب عمدة الرعاۃ میں بھی رکعتوں کی تعداد آٹھ اور تین وتر ذکر کی ہے اور

ابن حبان کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کا حوالہ دیا ہے۔ (عمدة الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ ۲۰۷/۱)۔

۸) اور ہدایہ پر اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ۱۲۸۶ھ میں مجھ سے پوچھا گیا کہ جس نے

آٹھ رکعات تراویح پڑھیں جبکہ تذکرہ صحیح ابن حبان میں ہے اور تین رکعات و تراد اکیں، تو کیا وہ تارکِ سنت ہوگا؟ تو اُس کا میں نے جو جواب دیا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ تمام علماء اصول صرف اُس عمل کو ”سنت“ کہتے ہیں جس پر نبی ﷺ نے بھیجی کی، سنت کی تعریف کی رو سے نماز تراویح کی سنت تعداد صرف وہی [۸ رکعتیں] ہوگی جبکہ ذکر ہوا ہے۔ (حاشیہ ہدایہ ۱۵۱/۱)۔

شرح معانی الآثار طحاوی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم دینے والی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مذکور ہے، اور یہ روایت مؤطا امام مالک [ص: ۴۰] میں بھی موجود ہے، اور اس سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عہد نبوت میں آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت بھی وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہی ہے۔ (شرح معانی الآثار طحاوی)۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ اسمیں شک نہیں کہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آٹھ رکعت نماز تراویح علاوہ وتر کے پڑھائی تھی۔ (المرقاۃ ۱۵۵/۲، وفی البعض ص: ۱۷۲)۔

مولانا محمد زکریا کاندھلوی مؤطا امام مالک کی شرح اوجز المسالک میں لکھتے ہیں کہ یقیناً محدثین کے اصول کے مطابق بیس رکعات تراویح کی تعداد نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

(اوجز المسالک ۳۹۰/۱)۔

۱) مولانا انور شاہ کشمیری نے تقریر ترمذی (العرف الشذی) میں لکھا ہے کہ اس بات کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے آٹھ رکعات تراویح پڑھی ہے۔ (العرف الشذی ص: ۳۰۹، وفی البعض ص: ۳۲۹)۔

ایک جگہ موصوف لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ آٹھ تراویح ہی ثابت ہیں اور بیس رکعتوں

والی حدیث ضعیف ہے اور اسکے ضعیف پر تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ (العرف النذی ص: ۳۰۹)  
 - (

(۲) اپنی کتاب ”فیض الباری“ میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ سے کسی مرفوع حدیث میں تیرہ رکعتوں سے زیادہ نماز تراویح ثابت نہیں ہے۔ (فیض الباری ۴/۲۴۰)۔

(۳) جبکہ اپنی کتاب ”کشف الستر“ میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ماہ رمضان میں گیارہ رکعات تراویح اور تین رکعات وتر کی جماعت کروائی تھی جیسا کہ ابن خزیمہ وابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے۔ (کشف الستر ص: ۲۷)  
 (۱) بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب لطائف قاسمیہ مکتوب سوئم میں لکھتے ہیں:  
 (یازدہ افضل سرور عالم ﷺ اکدا زبست)۔ (لطائف قاسمیہ مکتوب سوئم)۔

(۱۲) ”نبی اکرم ﷺ سے جو گیارہ رکعتیں مع الوتر ثابت ہیں وہ بیس سے زیادہ معتبر ہیں“۔  
 (۳-۲) فتح سر الممتان فی تائید مذہب العثمان میں لکھتے ہیں کہ جیسا کہ آجکل بیس رکعات تراویح کو سنت بتایا جا رہا ہے، یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، آپ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں آپ ﷺ کے حکم کے بموجب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر عمل رہا جیسا کہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں گیارہ رکعات [مع الوتر] سے زیادہ نماز تراویح نہیں پڑھی  
 (۱۳) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول ﷺ کے حال سے خوب واقف تھیں۔

(فتح سر الممتان فی تائید مذہب العثمان ص: ۳۲۷ نیز دیکھیے: الحق الصریح للقا سی)۔

(۱۴) علامہ ابن نجیم بحر الرائق میں لکھتے ہیں:

”ہمارے مشائخ کے اصول کے مطابق آٹھ رکعت تراویح سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ سے مع وتر

(۱۵) گیارہ رکعات تراویح ہی ثابت ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی

حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ

❶ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

(بحر الرائق ۲/۲ اور ایک طبع میں ۶۶۲، مسک الختام ۱/۲۸۸)۔

❷ اس سے آگے موصوف نے بقیہ بارہ رکعتوں کو صرف استحباب کا درجہ دیا ہے، سنت نہیں مانا۔

علامہ طحاوی حاشیہ در المختار میں لکھتے ہیں:

”نبی ﷺ نے بیس تراویح نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ رکعتیں پڑھی ہیں۔“ (حاشیہ در المختار از علامہ طحاوی ۱/۲۹۵)

اور آگے امام طحاوی نے فتح القدیر ابن الہمام اور بحر الرائق ابن نجیم ہی کی طرح ذکر کیا ہے کہ ہمارے مشائخ کے اصول کے مطابق سنت صرف آٹھ تراویح ہے اور بقیہ بارہ رکعتیں محض مستحب۔

(حوالہ سابقہ، نیز دیکھئے: مسک الختام ۱/۲۸۸)۔

❸ علامہ احمد حموی حاشیہ الاشباہ میں لکھتے ہیں:

”بلاشبہ نبی ﷺ نے بیس رکعتیں نہیں بلکہ آٹھ رکعات تراویح پڑھی ہیں۔“ (حاشیہ الاشباہ ص: ۹)۔

ابو السعد کی شرح کنز الدقائق میں مرقوم ہے:

❹ ”نبی ﷺ نے تراویح بیس رکعت نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ رکعتیں پڑھی ہیں۔“ (شرح کنز ص: ۲۶۵)۔

مولانا محمد احسن نانوتوی اپنے حاشیہ کنز الدقائق میں رقمطراز ہیں:

”نبی ﷺ نے تراویح کی بیس رکعتیں نہیں بلکہ صرف آٹھ رکعات پڑھی ہیں۔“

(حاشیہ کنز نانوتوی ص: ۳۶)۔

علامہ شامی رد المحتار المعروف فتاویٰ شامی (۴/۹۵) میں فرماتے ہیں:

❺ ”دلیل کے لحاظ سے صرف آٹھ تراویح ہی سنت ہے اور باقی رکعتیں صرف مستحب ہیں۔“

(۱) شیخ عبدالحق دہلوی اپنی معروف کتاب ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں:

”صحیح یہی ہے کہ نبی ﷺ نے گیارہ رکعت تراویح پڑھی ہیں جیسا کہ قیام اللیل میں آپ ﷺ کی

عادت مبارک تھی۔“ (ماثبت بالنسب: ۲۹۲)۔

(۲) اور اپنی دوسری کتاب مدارج النبۃ [فارسی] میں تحریر کرتے ہیں:

۲۱ ”تحقیق اور صحیح یہی ہے کہ نبی ﷺ ماہ رمضان میں گیارہ رکعت [تراویح] ہی پڑھا کرتے تھے جو کہ آپ ﷺ تہجد میں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ معروف ہے۔“ (مدارج النبۃ ۱/۲۶۵)۔

نجات رشید میں لکھا ہے:

”نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے وتر سمیت گیارہ رکعات تراویح سے زیادہ نہیں پڑھیں، نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں۔“ (بحوالہ مسک الختام ۲۸۹/۱)۔

(۱) مولانا احمد علی سہارنپوری نے اپنے حاشیہ بخاری شریف (۱۵۴/۱) میں لکھا ہے:

”قیام رمضان [تراویح] گیارہ رکعت مع وتر سنت ہے، جسے نبی ﷺ نے باجماعت ادا کیا ہے۔“

(۲) اور ہدایہ کی شرح عین الہدایہ (ص: ۵۶۲) میں موصوف لکھتے ہیں:

”صحیح حدیث کی رو سے وتر سمیت نماز تراویح کی صرف گیارہ رکعتیں ہی ثابت ہیں۔“

(۳) اور یہی بات انھوں نے اپنی بعض دیگر کتب میں بھی کہی ہے۔ (دیکھئے: المفاتیح لاسرار التراویح ص: ۹)۔

(۱) ابوالحسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح (ص: ۳۴۷) میں لکھتے ہیں:

”یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے باجماعت گیارہ رکعتیں تراویح مع وتر پڑھائی تھیں۔“

(۲) اور اپنے فتاویٰ شرنبلانی میں وہ لکھتے ہیں:

”نبی ﷺ نے صرف گیارہ رکعتیں مع وتر باجماعت پڑھائی ہیں اور بیس رکعتوں والی روایت ضعیف ہے۔“ (فتاویٰ شرنبلالی)۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مؤطا کی فارسی شرح مصطفیٰ میں لکھا ہے:

”رسول اللہ ﷺ کے عمل سے [تراویح کی] گیارہ رکعتیں ایک ثابت شدہ حقیقت ہے؟“

(مصنفی شرح موطا فارسی مع سوئی ۱/۷۷-۱۷۸)

ان کتب میں علماء و فقہاء احناف میں سے علامہ طحاوی و نانوتوی نے بیس رکعتوں کے سنت نبوی ﷺ ہونے کی تردید کی ہے۔

علامہ انور شاہ نے تقریر ترمذی (العرف الشذی) میں بیس رکعتوں والی روایت کے ضعیف ہونے پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے۔

علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں، علامہ انور شاہ نے فیض الباری شری بخاری میں احمد بن نجیم نے بحر الرائق میں، طحاوی نے حاشیہ در المختار میں اور مولانا عبدالحی نے حاشیہ ہدایہ میں آٹھ رکعات تراویح کو سنت رسول ﷺ اور بقیہ بارہ رکعتوں کو ”مستحب“ لکھا ہے۔

(مزید تفصیل کیلئے دیکھیے: فتاویٰ علماء حدیث مولانا علی محمد سعیدی ۶/۲۰۸-۲۲۷، رکعات تراویح مولانا کرم الدین سلفی، صلوٰۃ التراویح مولانا عبد الرحمن فاضل دیوبند، انارہ المصباح لاداء صلوٰۃ التراویح علامہ حافظ محمد ابراہیم میرسیالکوٹی)

### آٹھ اور بیس کے اختلاف سے نکلنے کا راستہ:

نماز تراویح کی رکعتیں آٹھ سے لیکر چالیس تک مختلف ادوار میں پڑھی گئی ہیں لیکن ان میں سے دو عدد ہی زیادہ مشہور اور معمول بہ ہیں جو کہ آٹھ اور بیس ہیں۔

اور آٹھ اور بیس کے اختلاف سے نکلنے کیلئے اگرچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے تو لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا و تروں سمیت گیارہ رکعتوں پر اکتفاء کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے زیادہ رکعتیں جائز ہی نہیں ہیں۔ (نماز تراویح، فصل ثالث ص: ۳۹ اور ص: ۳۳ عربی)

لیکن اکثر اہل علم نے اسکا یہ حل بھی پیش کیا ہے کہ تراویح کی اصل اور مسنون رکعتیں تو صرف آٹھ اور و تروں سمیت گیارہ ہی مانی جائیں، کیونکہ صحیح احادیث و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہی وارد ہے لیکن چونکہ لوگ رمضان کی مبارک رات یا رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارنا چاہتے تھے اور صرف آٹھ رکعتوں میں اتنا

وقت گزارنا ہو تو اتنی دیر کھڑے رہنا پڑیگا کہ ہر کس و ناکس کی برداشت سے باہر ہوگا۔ اسلیئے

مختلف ادوار میں اوسط درجہ کی تلاوت کے ساتھ آٹھ رکعت تراویح پڑھ کر، رات کے باقی حصے میں مطلق نفل کی حیثیت سے مزید کچھ رکعتیں پڑھنی شروع کر دیں اور چونکہ نفلوں کیلئے کوئی حد اور تعیین نہیں بلکہ جو جتنی رکعتیں چاہے پڑھ سکتا ہے، اسلیئے آٹھ رکعتوں پر جو اضافہ ہوا، اسمیں مختلف لوگوں کا معمول مختلف رہا ہے یعنی مجموعی طور پر کسی نے سولہ، کسی نے بیس، کسی نے چوبیس، کسی نے اٹھائیس، کسی نے چونتیس، کسی نے چھتیس، کسی نے اڑتیس اور کسی نے چالیس رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد تین یا سات وتر پڑھے تھے۔ عدد کی اس کمی بیشی کا انحصار محض پڑھنے والوں کی رغبت و شوق پر تھا۔

اور تراویح کے متعلق جن علماء احناف کے اقوال ہم نے پیش کیئے ہیں یا جن کی طرف انکی کتب کے حوالوں سے اشارہ کیا ہے، انھوں نے بھی اختلاف سے نکلنے کا یہی حل بتایا ہے کہ آٹھ رکعتیں تو سنت رسول ﷺ ہیں اور باقی نفل و مستحب۔ لہذا جو شخص آٹھ تراویح پڑھتا ہے اور ان پر کوئی اضافہ نہیں کرتا تو اسکا یہ فعل بھی صحیح ہے، بلکہ سنت و ثابت یہی عدد ہے۔ اور اگر کوئی شخص بیس تراویح پڑھتا ہے اور ان میں سے آٹھ کو سنت ثابتہ اور بقیہ بارہ کو نفل کی حیثیت سے ادا کرتا ہے تو بھی اسمیں تشدد کرنے کی ضرورت نہیں۔

اگر کوئی شخص جذبات کی رو میں بہہ کر، اپنے کچھ مخصوص مقاصد کے حصول کی خاطر خواہ مخواہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہوئے اُن میں سر پھٹول کروائے اور آٹھ سے زیادہ کو قطعاً ناجائز اور بدعت قرار دے یا صرف بیس کو ہی سنت مؤکد ٹھہرائے اور اسمیں کمی بیشی کو مکروہ و بدعت، خلاف اجماع اور شفاعت نبوی ﷺ سے محرومی کا سبب قرار دے تو یہ سنگین غلطی ہے اور ماضی میں ہمارے بڑے بزرگوں کے بعض جو شیلع بھڑکیلے اور جذباتی قسم کے واعظین و مبلغین سے ایسی غلطیاں سرزد ہوتی رہی ہیں حالانکہ ہمیں اسکی بجائے کچھ وسعتِ ظرنی سے کام لینا چاہیئے اور ایسے مسائل میں شمشیرِ تفسیق و تکفیر نہیں چلانی چاہیئے۔



## ایک لطیفہ :

ایسے خالص تحقیقی مسائل میں مناظرانہ ڈائلاگ بولنے سے بھی گریز کرنا چاہیے کیونکہ وہ لطیفے تو قرار دیئے جاسکتے ہیں مسئلہ نہیں اور دین، مسائل چاہتا ہے لطائف نہیں۔

مثلاً بعض واعظین یہ کہتے ہیں کہ بیس رکعات میں گیارہ بھی آجاتی ہیں لہذا جو شخص بیس رکعتیں پڑھتا ہے اس نے گیارہ رکعات والی حدیث پر بھی عمل کر لیا۔ بریلوی جمعیت علماء پاکستان کے ایک سابق سربراہ [صاحبزادہ پیر فیض الحسن صاحب۔ آلومہار۔ سیالکوٹ۔ پاکستان] کے بارے میں معروف ہے کہ وہ تو کہا کرتے تھے کہ ہم بیس پڑھتے ہیں اور یہ ”الہمدیث“ آٹھ پڑھتے ہیں۔ اگر قیامت کے دن اللہ نے آٹھ طلب کر لیں تو ہم عرض کریں گے کہ اے اللہ! ان میں سے ہماری آٹھ قبول کر لے اور بارہ ہمیں لوٹا دے اور اگر اللہ نے بیس طلب کر لیں تو یہ ”وہابی“ اسوقت بارہ رکعتیں کہاں سے لائیں گے؟

یہ اور ایسی ہی بعض دیگر باتیں نہایت مضحکہ خیز ہیں اور اس قابل بھی نہیں کہ انکی طرف التفات ہی کیا جائے۔ دین نہ ہو گیا، بازیچہ اطفال ہو گیا۔ ایسی باتوں کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے، ہاں علم و تحقیق کا معاملہ ہو تو دوسری بات ہے۔

## وسعت ظرفی :

یہاں ایک اور بات کی طرف اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں [سعودی عرب اور خلیجی ممالک میں] بعض لوگ نماز تراویح کو امام کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جب وتروں کی ادائیگی کا وقت آتا ہے تو الگ ہو جاتے ہیں اور یہ محض اس بناء پر کہ یہ امام صاحب ہمارے طریقہ [مسلک] کے مطابق وتر نہیں پڑھاتے یعنی نماز وتر کی پہلی دو رکعتیں [شفع] الگ پڑھ کر سلام پھیر کر پھر تیسری رکعت [وتر] الگ پڑھتے ہیں۔

جبکہ تین رکعات وتر کو ادا کرنے کے یہ دونوں طریقے ہی ثابت ہیں جن میں سے پہلا طریقہ تین رکعتوں

کو اکٹھے ہی ایک سلام سے ادا کرنے والا ہے اور یہ صرف ایک ہی تشہد سے ہے، درمیانی قعدہ ثابت نہیں ہے۔ اور دوسرا طریقہ دو سلاموں والا ہے اور یہ طریقہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے، لہذا اگر کوئی امام صاحب دو سلاموں سے تین رکعتیں پڑھاتا ہے تو اسکے ساتھ بھی نماز وتر باجماعت ادا کر لینی چاہیے۔

ویسے بھی جب یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ”چاروں امام برحق ہیں“۔

تو پھر کسی بھی امام کے پیچھے کوئی بھی نماز ادا کرنے سے گریز کیوں کیا جائے؟

خاص طور پر جبکہ یہ دو سلاموں والا طریقہ بھی حدیثِ رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

اور وہ اگر اس بناء پر الگ ہو جاتے ہیں کہ پہلے بیس رکعتیں پوری کر لیں اور پھر وتر پڑھیں گے تو بھی انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ وتر امام کے ساتھ پڑھ لینے چاہئیں کیونکہ اس طرح انھیں انکی جماعت اور اسکا ثواب مل جائیگا اور یہ ہیں بھی تراویح سے اہم۔ لہذا اگر مسنون، آٹھ رکعات تراویح کے بعد بارہ رکعتیں اور بھی پڑھ کر ضرور بیس ہی کرنا چاہیں تو وہ الگ سے، رات کے کسی بھی حصہ میں، مسجد میں یا گھر جا کر پڑھی جاسکتی ہیں، حالانکہ صحیح تر بات صرف مسنون عدد پر اکتفاء کرنا ہی ہے جیسا کہ تفصیل گزری ہے۔

سعودی عرب اور خلیجی ممالک میں وزارت امور اسلامیہ کے تحت کام کرنے والے آئمہ مساجد کی غالب اکثریت نماز وتر دو سلاموں سے ہی ادا کرتی ہے، اگرچہ ان آئمہ میں سے کثیر پیش امام فقہ حنفی کے پابند ہوتے ہیں، اسکے باوجود وہ بھی دو سلاموں والے طریقہ سے ہی تین رکعات وتر پڑھاتے ہیں۔ اب یہ کہنا تو مناسب نہ ہوگا کہ اس معاملہ میں وہ اپنے عرب مقتدیوں سے ڈرتے یا انکی خواہش کے مطابق چلتے ہیں یہ خیال ”حسن ظن“ کے خلاف ہے۔ لہذا یہ کہنا ہی زیادہ مناسب ہے کہ وہ فقہ حنفی کے پابند ہونے کے باوجود جو تین میں سے دو رکعتیں الگ اور تیسری الگ سلام سے پڑھتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ طریقہ بھی یقیناً ثابت اور جائز و درست ہے، لہذا انہی کی طرح ہمیں بھی وسیع الظرف ہونے کا

مظاہرہ کرنا چاہیئے اور دو مسلمانوں کے ساتھ نماز وتر پڑھانے والے امام کی اقتداء میں باجماعت نماز وتر ادا کر لینی چاہیئے۔ خصوصاً جبکہ یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ یہ چاروں امام اور چاروں مذہب ہی برحق ہیں، اور جب یہ چاروں برحق ہیں تو ایسے موقع پر اُس امام کے پیچھے نماز وتر ادا نہ کرنے سے آپ نے عملاً اپنے اس دعوے کی تردید کر دی۔ لہذا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں  
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ویسے آج الحمد للہ علم کا دور دورہ ہے اور مسلمانوں میں کل تک کتنے ہی ایسے امور مروّج تھے جن کا دین سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا، اُن میں سے اکثر امور کو پڑھے لکھے لوگ ترک کر چکے ہیں جو انکی دینی بیداری کا ثبوت ہے، اور یہ ایک خوش آئند بات بھی ہے، کیونکہ محض باپ دادا سے سنے سنائے مسائل پر اندھا دھند عمل پیرا رہنا پڑھے لکھے لوگوں کا کام نہیں ہے، یہ تو خالص جہالت کے مترادف ہے۔ لہذا ہم سب کو چاہیئے کہ اپنے شب و روز میں سے تھوڑا بہت وقت قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر اور سنتِ رسول ﷺ کو بیان کرنے والی کتب حدیث خصوصاً صحیحین یعنی بخاری و مسلم شریف کے مطالعہ کو بھی دیں جو کہ آج اردو اور انگلش بلکہ دنیا کی ہر زندہ زبان میں میسر ہیں اور اگر زیادہ نہیں تو کم از کم قرآن کریم مترجم اور بلوغ المرام للحافظ ابن حجر مترجم [اردو ترجمہ وحاشیہ مولانا عبدالنور محمد ثلثی ملتان مولانا صفی الرحمن مبارکپوری] تو ضرور ہی پاس رکھنی چاہئیں۔

قرآن و سنت کے مطالعہ سے وسعتِ ظرفی بھی پیدا ہوگی اور ان دونوں کی طرف رجوع ہی، امتِ اسلامیہ کے افراد میں اتحاد و اتفاق کا بھی ضامن ہے۔ واللہ الموفق

نماز تراویح کے بعد دوبارہ جماعت :

سعودی عرب اور خلیجی ممالک میں بکثرت بعض لوگ نماز تراویح کے بعد پھر دوبارہ باجماعت نوافل (قیام

اللیل) ادا کرتے ہیں، انفرادی طور پر تو یہ فعل بڑا ہی کارِ ثواب ہے، البتہ بالالتزام و باجماعت اس کا ثبوت نہیں ملتا، اس سلسلہ میں ہفت روزہ ”الحدیث“ لاہور کی دو قسطوں میں مولانا عبید اللہ عقیف کا ایک مضمون بلکہ فتویٰ شائع ہوا ہے جسکی افادیت کے پیش نظر ہم اسے یہاں نقل کر رہے ہیں :

### سوال :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام محققین اور محدثین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح کے بعد باجماعت نوافل پڑھانے شریعت محمدیہ ﷺ کی رو سے جائز ہیں یا کہ نہیں؟ اگر کوئی عالم دین رمضان المبارک کی راتوں میں اہتمام کے ساتھ باجماعت نوافل پڑھاتا ہے تو کیا وہ نبی ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ کیا وہ بدعت کرتا ہے یا نہیں؟ شریعت محمدیہ کی رو سے بدعتی کہلائے گا یا نہیں؟

سائل: عبدالحفیظ۔

### الجواب بعون الوهاب :

صورت مسئلہ میں واضح ہو کہ یہاں دو باتیں قابل لحاظ ہیں:

اول یہ کہ نفل باجماعت ادا کرنا، دوسرے یہ کہ نفل نماز کی جماعت کا اہتمام اور اس پر دوام اور اصرار یعنی خاص وقت یا معین مہینہ میں اس کا خصوصی اہتمام اور اس پر دوام و اصرار۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو یہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری (ص: ۸۷) میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ محترمہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا جب تہجد کے لیے رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور اسی طرح صحیح بخاری میں (ص: ۵۸) باب صلوٰۃ النوافل جماعة و ذکرہ انس وعائشہ عن النبی ﷺ میں جناب محمود بن ربیعہ ؓ سے حضرت عثمان بن مالک ؓ کا واقعہ منقول ہے۔

ان دونوں احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ نوافل کی جماعت بلا ریب جائز ہے۔ مگر یہ اتفاقی امر ہے جس کی صورت مثلاً یہ ہے کہ ایک آدمی نفل نماز پڑھ رہا ہے اتنے میں ایک دوسرا آدمی دیکھتا ہے کہ مولوی صاحب یا حافظ صاحب نفل نماز پڑھ رہے ہیں وہ بھی شامل ہو جائے تو یہ تو درست ہے۔

لیکن اس کا اہتمام کرنا، اعلانات اور دوسری تشویقات اور ترغیبات کے ذریعہ مردوں اور عورتوں کو اکٹھا کر کے نوافل کو باجماعت بال دوام ادا کرنا نہ صرف جائز نہیں بلکہ بدعت ہے، اور اسی طرح وتروں کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے بھی ثابت ہیں۔ صحیح مسلم کے نامور شارح امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے وتر نماز کے بعد یہ دو رکعت نفل جواز ثابت کرنے کیلئے ادا فرمائے تھے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں پر پیشگی نہیں فرمائی یعنی یہ آپ ﷺ کی عادت مستمرہ نہ تھی۔ (شرح صحیح مسلم ج: ۱، وفقہ السنۃ ج: ۱، ص: ۱۶۴)۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اتفاقی طور پر نوافل باجماعت جائز ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وتر نماز کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھنے بھی جائز ہیں مگر دوام کے ساتھ نہیں بلکہ کبھی کبھار اور بس۔

اب لیجئے مسئلہ کی دوسری شق یعنی اس مطلق جواز کے ہونے پر دوام اور پیشگی اور وہ بھی مہینہ اور وقت کی تعیین کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز نفل کی باجماعت تکرار، تو یہ بلاشبہ جائز نہیں بلکہ اس پر دوام اور اصرار شائبہ بدعت سے خالی نہیں۔ کیونکہ یہ تقیدات مع اہتمام اس مطلق جواز کو بدعت میں بدل دیتے ہیں۔ جیسا کہ نمازِ چاشت بلا ریب صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہما سے یہ نماز مروی ہے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس کی پابندی کی وصیت بھی فرمائی تھی۔ (ملاحظہ ہو: صحیح بخاری ج: ۱، ص: ۱۵۷) مگر اس وصیت کے باوصف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز چاشت کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت مجاہد تابعی کا اظہار ہے کہ میں اور عروہ بن زبیر دونوں مسجد میں داخل ہوئے :

(فان عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ جالس الى حجرة عائشة و اذا اناس يصلون في

المسجد صلواتهم فقال: بدعة)۔ (بخاری باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج: ۱، ص: ۲۳۸ صحیح مسلم مع نووی ج: ۱، ص: ۴۰۹)۔

”مجاہد کہتے ہیں کہ جب ہم مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے پاس تشریف فرماتھے۔ اور اس وقت کچھ لوگ مسجد میں نمازِ چاشت پڑھ رہے تھے، ہم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ان کی اس نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ جبکہ یہ نماز متعدد اسانید صحیحہ قویہ سے مروی ہے، جیسا کہ بخاری شریف کے حوالہ سے آپ پڑھ چکے ہیں۔ بایں ہمہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بدعت کیوں کہا ہے؟

بدعت اس لیے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ سعادتِ معہد میں اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا دستور نہ تھا۔ جب کہ یہ لوگ اس کو باجماعت ادا کر رہے تھے۔

چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

(مراده ان اظهارها و الاجتماع لها بدعة لا ان صلوة الضحى بدعة و قد سبقت المسئلة في كتاب الصلوة)۔ (شرح صحیح مسلم ج: ۱، ص: ۴۰۹)۔

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ تھی کہ نمازِ چاشت کو مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا اور اس کیلئے جماعت اور اجتماع و اہتمام کرنا بدعت ہے نہ یہ کہ نمازِ چاشت ہی سرے سے بدعت ہے“۔

امام ابوبکر محمد بن ولید الطرطوشی مالکی لکھتے ہیں:

(و محلہ عندی علی احد وجهین ، انہم كانوا يصلونها جماعة و اما انہم يصلونها معاً افزازاً علی ہیئة النوافل في اعقاب الفرائض)۔ (کتاب الحوادث والبدع ص: ۴۰)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی اس نماز کو یا تو اس لیے بدعت کہا کہ وہ اسے باجماعت پڑھ رہے تھے یا اکیلے اکیلے پڑھ رہے تھے مگر اس طرح سے جسے فرائض کے بعد ایک ہی وقت میں تمام نمازی

حضرات سنن رواتب پڑھا کرتے تھے۔

(۲) سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ کا وظیفہ اپنے اندر بڑے فضائل رکھتا ہے اور مفسرین نے اس کو باقیاتِ صالحات میں شمار کیا ہے۔ خصوصاً لا الہ الا اللہ کے وظیفہ کو احادیث میں افضل ذکر قرار دیا گیا ہے۔ جو اضافہ حسنات اور بلندی درجات کا مضبوط ترین ذریعہ ہے۔ مگر اس کے باوصف جب اس وظیفہ کو خاص تقیدات اور تکلفات و التزامات کے ساتھ پڑھا جائے گا تو یہی وظیفہ ہلاکت اور خسران کا ذریعہ قرار پائے گا جیسا کہ سنن داری میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا واقعہ بڑا مشہور ہے کہ کچھ لوگ کوفہ شہر کی مسجد میں سحری کے وقت حلقہ بنا کر کنکریوں پر سبحان اللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ سو سو مرتبہ پڑھ رہے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا تھا:

(فقال : فعدّوا من سیئاتکم فانا ضامن ان لا یضیع من حسناتکم شیء ، ویحکم یا أمة محمد ﷺ ما اسرع هلكتکم، هؤلاء الصحابة بینکم متوافرون و هذا ثیابہ ﷺ لم تبل و آیتہ لم تکسرو مفتحي باب ضلالة)۔ (مسند داری بسند جید)۔

”حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا تم اپنی ان کنکریوں پر اپنے گناہوں کو شمار کرو۔

میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ افسوس ہے تم پر اے امت محمد ﷺ! تم کتنی جلدی ہلاکت میں مبتلا ہو گئے ہو۔ ابھی تو تم میں صحابہ رسول ﷺ بکثرت زندہ موجود ہیں۔ ابھی تو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے، اور آپ ﷺ کے استعمال میں آنے والے برتن بھی نہیں ٹوٹے۔ کیا تم [اتنی جلدی میں] ایسا کر کے گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ اور اس طرح اور بھی بہت سے واقعات منقول ہیں۔ مگر لعل فیہ کفایۃ لمن لہ ادنی درایۃ۔

اس ساری گفتگو سے ثابت ہوا کہ عبادت اور اطاعت شرع میں جس طرح سے منقول ہو اس کو اسی انداز میں ادا کرنا چاہیے۔

یعنی اس کو اسکی اسی ہیئت پر قائم رکھنا چاہیے جس ہیئت میں منقول ہو، اگر اس مطلق عبادت اور نیک عمل کو کسی خاص قید کے ساتھ مقید کیا جائے گا یا اس غیر موقت کو موقت بنایا جائیگا۔ یعنی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص کیا جائے یا اس غیر معین کو معین کیا جائے گا تو وہ لامحالہ بدعت بن جائے گی۔ چنانچہ یہی وہ نکتہ ہے جس کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ چاشت کی جماعت کو بدعت قرار دیا تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حلقہ باندھ کر اللہ اکبر، سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کے ذکر کو بدعت و گمراہی اور اقرار ہلاکت قرار دیا ہے۔

### چند تحقیقات علمیہ :

حضرت امام ابواسحاق شاطبی غرناطی بدعات کی تعیین اور ان کا رد کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

(و منها التزام کیفیات بھیتۃ الاجتماع علی صوت واحد و اتخاذ يوم ولادة النبی ﷺ عیداً و ما اشبه ذالك و منها التزام العبادات المعینة فی اوقات معینة لم یوجد لها ذالك التعین فی الشریعة کالتزام صوم يوم نصف من شعبان و قیام لیلته)۔  
(کتاب الاعتصام للشاطبی ج: ۱، ص: ۲۰)۔

”کہ من جملہ بدعات کے یہ بھی بدعت ہے کہ کسی نیک عمل کی ادائیگی کیلئے کیفیاتِ مخصوصہ اور ہیئاتِ معینہ کا التزام کیا جائے۔ جیسا کہ ہیئتِ اجتماع کے ساتھ ایک آواز میں ذکر کرنا۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ کے یومِ ولادت باسعادت کو عید منانا وغیرہ اور انہی بدعات میں سے ایک یہ بدعت بھی ہے کہ اوقاتِ خاص کے اندر ایسی عبادات معینہ کا التزام کر لینا جن کی ادائیگی کیلئے شریعت نے وہ اوقات معین نہیں کیئے۔ جیسے پندرہ شعبان کا روزہ اور اس کی پندرہویں شب کی عبادت کا التزام کرنا۔“

حضرت موصوف ایک دوسرے مقام پر مزید تفصیل کے ساتھ رقم طراز ہیں:

(اذا ندب الشرع مثلاً الی ذکر اللہ فالتزام قوم الاجتماع علیہ علی لسان واحد و بصوت



او فی وقت معلوم مخصوص عن سائر الاوقات لم یکن فی ندب الشرع ما یدل علیٰ هذا التخصیص الملتزم بل فیہ ما یدل علیٰ خلافہ لان التزام الامور غیر اللازمة شرعاً شأنہا ان تفہم التشریع و خصوصاً مع من یقتدی بہ فی مجامع الناس کالمساجد فانہا اذا ظهرت هذا الاظهار و وضعت فی المساجد کسائر الشعائر الّتی وضعہا رسول اللہ ﷺ فی المساجد و ما اشبہہا کالاذان و صلوة العیدین ..... فہم منها بلا شک انہا سنن اذ لم تفہم منها الفریضۃ ..... فصارت من هذا الجهة بدعاً محدثۃً بذالک)۔ (الاعتصام ج: ۱، ص: ۲۰۰)۔

”جب شریعت نے کسی چیز کو مندوب قرار دیا ہو، جیسے مثلاً اللہ کا ذکر۔ اگر ایک قوم اس کا التزام کرے کہ ایک زبان ہو کر ایک ہی آواز سے ذکر کرنے لگ جاتی ہے یا دیگر اوقات کے علاوہ کسی معلوم اور مخصوص وقت کی پابندی کے ساتھ وہ ذکر کرتی ہے۔ تو شریعت کی ترغیب اس معین تخصیص اور التزام پر ہرگز دلیل نہ ہوگی۔ بلکہ شریعت اس کے خلاف ہوگی۔ کیوں کہ جو امور شرعاً لازم نہیں ان کا التزام کرنا دراصل شریعت سازی کا حکم رکھتا ہے [جبکہ شریعت سازی کا حق غیر نبی کو قطعاً حاصل نہیں] بالخصوص جبکہ ان غیر لازم امور کا التزام مساجد کے نامی گرامی آئمہ کرام اپنی مساجد میں شروع کر دیں تو لامحالہ وہ غیر ثابت امور عوام الناس میں کم از کم سنت کا درجہ ضرور حاصل کر لیں گے۔ لہذا اس جہت سے یہ امور بلاشبہ

۲ بدعت قرار پاتے ہیں“۔

امام ممدوح ایک تیسرے مقام پر لکھتے ہیں:

(فاذا اجتمع فی النافلة ان تلتزم السنن الرواتب اما دائماً و اما فی اوقات محدودة و علیٰ وجہ محدود و اقيمت فی الجماعة فی المساجد الّتی تقام فیہا الفرائض او المواضع الّتی تقام فیہا السنن الرواتب فذلک ابتداء و الدلیل علیہ انہ لم یأت عن رسول اللہ ﷺ و لا عن اصحابہ و لا من التابعین لہم باحسان فعلیٰ هذا المجموع ہکذا مجموعاً و ان اتی

مطلقاً من غیر تلك التقيدات فالتقيد في المطلقات التي لم يثبت بدليل الشرع  
تقييدها رأى في التشريع فكيف اذا عارضه الدليل وهو الامر باخفاء النوافل مثلاً)۔

(الاعتصام للشاطبي ج: ۱ ص: ۲۵۴)۔

”جب کوئی نفل نماز سننِ رواتب [سننِ مؤکدہ] کے التزام کے ساتھ ہمیشہ کیلئے یا محدود اوقات میں ان  
مساجد اور مقامات میں باجماعت پڑھی جائے گی۔ جہاں فرائض اور سننِ رواتب ادا کی جاتی ہوں تو یہ  
نماز بدعت ہوگی۔ کیونکہ ایسی نماز نہ تو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام  
رحمہم اللہ سے منقول ہے۔ اور مطلق عبادات میں اپنی طرف سے قیود لگانا دراصل از خود شریعت میں تصرف  
کرنے کے مترادف ہے۔ یہ حکم تو اس صوت میں ہے جبکہ اس خاص نماز کے خلاف شرعی دلیل موجود نہ ہو  
لیکن یہاں تو اس طرح کی از خود تیار کردہ نماز کے خلاف شرعی دلیل بھی موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے  
نوافل کو چھپا کر پڑھنے کا حکم دے رکھا ہے۔ لہذا اس صورت میں یہ نماز بالاولیٰ بدعت قرار پاتی ہے۔“  
امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ تصریح فرماتے ہیں:

(ان هذا الخصوصيات بالوقت او بالحال و الهيئة و الفعل المخصوص يحتاج الى دليل  
خاص يقتضى استحبابه بخصوصه و هذا اقرب)۔ (احکام الأحكام لابن دقیق العید ج: ۱ ص: ۱۷۱)۔

”یعنی کسی عمل کو کسی خاص وقت یا خاص حالت اور ہیئت کی پابندی کے ساتھ کرنا یا کسی بھی مخصوص فعل کی  
ادائیگی ایسی شرعی دلیل کی محتاج ہے جو علی الخصوص اس کے استحباب پر دلالت کرتی ہو [ورنہ وہ عمل شرعاً  
جائز نہ ہوگا بلکہ بدعت ہوگا] اور یہی حکم اقرب الی الصواب ہے۔“

امام موصوف روافض کی عید غدیر کی تردید کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

(و قريب من ذلك ان تكون العبادة من جهة الشرع مرقبة على وجه مخصوص فيريد  
بعض الناس و ان يحدث فيها امر آخر لم يرد به الشرع زاعماً انه يدرج تحت عمومہ فلهذا

لا يستقيم لان الغالب على العبادات التعبد و مأخذها التوقيف)۔

(احکام الاحکام ج: ۲، ص: ۱۷۲)۔

”اسی کے قریب یہ بات بھی ہے کہ کوئی عبادت شریعت میں کسی خاص طریقہ پر ثابت ہو، اور کوئی شخص اس میں کوئی غیر شرعی چیز شامل کر کے تبدیل کر دے اور یہ خیال کرے کہ یہ چیز اس عبادت کے عموم میں داخل ہے تو اس کا یہ خیال درست اور صحیح ہرگز نہیں ہوگا، کیونکہ عبادات میں تعبدی طریقہ غالب ہے اور اس کا ماخذ [رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم] سے [اطلاع پائے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا]۔

(۳) مجید دوقت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ وضاحت فرماتے ہیں۔

(و منها التشدد و حقیقته اختیارات عبادات شاقه لم یامر بها الشارع کدوام الصیام و القیام و التبتل و ترک التزوج و ان یلتزم السنن و الآداب کالتزام الواجبات ..... فاذا کان هذا المتعمق و المتشدد معلّم قوم و رئیسهم ظنوا ان هذا امر الشرع و رضاه و هذا اداء رهبان اليهود و النصارى)۔ (حجۃ اللہ البالغۃ، باب احکام الدین من التحریف ج: ۱، ص: ۴۰)۔

”دین میں تحریف کے جہاں اور اسباب بھی ہیں وہاں ان میں سے ایک یہ سبب بھی ہے کہ دین میں تشدد اختیار کیا جائے۔ اور تشدد کی حقیقت یہ ہے کہ ایسی مشکل عبادات کو اختیار کر لیا جائے، جن کے متعلق شارع نے کوئی حکم نہیں دیا۔ مثلاً کوئی شخص دوائی طور پر روزہ رکھے، قیام کرے، تجلیہ میں بیٹھا رہے اور نکاح کرنے سے گریز کرے۔ اور مثلاً یہ کہ سنتوں اور مستحبات کا ایسا التزام کرے جیسا کہ واجبات کیلئے کیا جاتا ہے [تو اس کا ایسا کرنا راہبانِ یہود و نصاریٰ کی ادا یعنی تحریفِ دین کا دروازہ کھولنا ہے]۔

آگے فرمایا: جب کوئی متعمق اور متشدّد شخص خیر سے کسی قوم کا استاذ یا سردار بھی ہو تو پھر لامحالہ وہ قوم یہ خیال کر لیتی ہے کہ ان کے استاذ یا سردار کا یہ عمل شرع کا حکم اور اس کا پسندیدہ امر ہے۔ اور یہی بیماری تھی یہودیوں اور نصاریٰ کے صوفیوں میں جس کا نتیجہ بدیہ نکلا کہ شریعتِ موسوی و عیسوی تحریف کا ملغوبہ بن کر رہ گئی اور تورات و انجیل اپنے حقیقی وجود کو کھو بیٹھیں۔ یہی وجہ ہے کہ قانونِ الہی نے انسانوں کو ان کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا۔ عبادات و معاملات بلکہ یہاں تک کہ حکومت اور سلطنت کے احکام میں بھی

پابند کر دیا ہے تاکہ وہ اپنی ابواء و خواہشات کے حصول میں دین کا حلیہ نہ بگاڑ بیٹھیں۔“

(۴) علامہ ابن خلدون المتوفی ۸۰۸ھ اس حقیقت کا یوں اظہار کرتے ہیں:

(فجاءت الشرائع بحملهم على ذلك في جميع احوالهم من عبادة او معاملة حتى في الملك الذى هو الطبيعى للاجتماع الانسانى فاجرتهم على منهاج الدين ليكون الكل محوطاً بنظر الشارع)۔ (مقدمۃ ابن خلدون ص: ۱۹۰ و منهاج الواضح ص: ۱۲۱)۔

”شرائع اسلامیا اسی لیے تو آئی ہیں کہ لوگوں کو تمام احوال میں خواہ وہ عبادات ہوں یا معاملات حتیٰ کہ ملکی انتظام جو لوگوں کے اجتماع کا ایک طبعی امر ہے۔ دین پر ہی قائم رہنے کی تلقین کریں۔ تاکہ ان کے تمام معاملات شارع کی نگرانی میں تکمیل پائیں۔“

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، امام ابو بکر محمد بن ولید طروش مالکی، امام ابن دقیق العید، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علامہ عبدالرحمن بن خلدون کی مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہوا کہ شریعت نے جن عبادات اور طاعات کو مطلق چھوڑا ہے ان میں اپنی طرف سے قیود لگانا یا ان کی کیفیت اور ہیئت کو بدل دینا یا ان کو اوقات معینہ کے ساتھ معین کر دینا گویا دین کو بدل دینا ہے، اور اسی کا نام تحریف دین ہے، جو کہ گمراہی کے ساتھ ساتھ بدترین بدعت بھی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت شدہ عبادات اور طاعات میں اپنی طرف سے قیود عائد کرنے اور ان کی ہیئت کو تبدیل کرنے کو بدعت شار کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نماز چاشت کی جماعت کو بدعت کہا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سبحان اللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا مخصوص انداز میں وظیفہ پڑھنے والوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے ان کے اس مخصوص کیفیت والے وظیفہ کو گمراہی اور موجب ہلاکت قرار دیا تھا۔ لہذا ثابت ہوا کہ پڑھی ہوئی نماز کی باجماعت تکرار اور اس پر دوام اور اصرار اور پھر اس کا اہتمام درست نہیں۔ کہ یہ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

ثابت ہے اور نہ یہ سبیل المؤمنین ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔ جہاں تک (شدّ معزّره و احییٰ لیلہ و ایقظ اہلہ) یعنی نبی ﷺ کمر کس لیئے، شب زندہ داری کرتے اور گھر والوں کو جگاتے تھے، پر عمل کا سوال ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کثرت رکعات کی بجائے قرآن پاک بکثرت پڑھا جائے یعنی قراءت زیادہ کی جائے۔ جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ تیسری رات نماز تراویح سے ہم اس وقت فارغ ہوئے کہ سحری فوت ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا۔

(ملاحظہ ہو: سنن ابی داؤد اور مشکوٰۃ کتاب الصیام۔ حتیٰ غشینا الفلاح و معنی الفلاح السحور)۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

(ان اطالوا القيام و اقلوا السجود فحسن و ان اکثروا السجود و اقلوا القراءة و الاول

احبّ الیّ)۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ترتیب الشیخ ابن باز ج: ۴، ص: ۳۵۳)۔

”اگر لوگ رکعات کم پڑھیں اور قراءت لمبی کریں تو یہ اچھا ہے اور اگر رکعات بڑھالیں اور قراءت کم کر لیں تو یہ بھی اچھا ہے لیکن پہلی صورت یعنی رکعات کم اور قرآن زیادہ پڑھا جائے تو یہ صورت مجھے زیادہ محبوب ہے۔“

فیصلہ :

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں ان مولانا صاحب کا نماز تراویح کے بعد دوبارہ نوافل کی جماعت کرنا، اس کا اہتمام کرنا، اس کیلئے لوگوں کو تیار کرنا اور اس پر اصرار کرنا سراسر خلاف سنت ہے اور سبیل المؤمنین کے خلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ اور فقہاء و محدثین اور دوسرے آئمہ دین سے ایسا تکلف اور اہتمام ہرگز ثابت نہیں۔ ان صاحب کا یہ عمل بدعت ہے۔ اور انہیں اس سے باز آجانا چاہیئے۔ ہذا ما عندی و اللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

(ہفت روزہ المجدید لاہور جلد: ۲۰، شمارہ: ۲۰، بابت ۱۳/شوال/۱۴۰۹ھ، ۱۹/مئی/۱۹۸۹ء و شمارہ: ۲۱، بابت ۲۰/شوال/۱۴۰۹ھ،

۲۶ مئی/۱۹۸۹ء فتویٰ از قلم شیخ الحدیث مولانا عبداللہ عقیف۔ لاہور)۔

مولانا عقیف کا یہ فتویٰ بڑے گرانقدر علمی و اصولی مباحث پر مشتمل ہے اور نماز تراویح کی دوبارہ جماعت کرانے والوں کیلئے آئیں بصائر و عمر کا بحر بیکراں کو زے میں بند ہے۔  
واللہ الموفق .



## تراجم و تصانیف محمد منیر قمر

نمبر شمار	نام کتاب	شائع کردہ	تاریخ طباعت
1	آئینہ نبوت (سیرت النبیؐ ایک اچھوتے انداز میں)	بزم الہلال - مکتبہ کتاب وسنت	طبع اول 1974ء طبع دوم 2000ء
2	رمضان المبارک روحانی تربیت کا مہینہ	بزم الہلال - مکتبہ کتاب وسنت	طبع اول 1977ء طبع دوم 2000ء
3	کشف الشبہات (توحید)	الحاج علی محمد سعید الباققرین شاربہ	1400ھ 1981ء
4	مسنون ذکر الہی (مختصر)	الحاج عامر محمد سعید الباققرین شاربہ	1401ھ 1981ء
5	مناسک الحج والعمرة	الحاج عامر محمد سعید الباققرین شاربہ	1981ء
6	درآمدہ گوشت کی شرعی حیثیت	شیخ محمد صالح الکلندی شاربہ	1981ء
7	خزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (اردو)	صدیقی ٹرسٹ کراچی	1400ھ 1980ء
8	خزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (اردو - انگلش)	ایئرڈین یونیورسٹی (برطانیہ)	1981ء
	طبع سوم	مکتبہ کتاب وسنت ریحان پیچہ	2002ء
9	انسانی تاریخ کی خفیہ ترین تحریک	صدیقی ٹرسٹ و مکتبہ کتاب وسنت	1982ء - 2002ء
10	دعوت الی اللہ اور داعی کے اوصاف	الادارۃ الاسلامیہ، فیصل آباد	1402ھ 1982ء
11	وجوب عمل بالنسہ اور کفر منکر	الادارۃ الاسلامیہ، فیصل آباد	1982ھ 1402ء
12	تین اہم اصولی دین مع مختصر نماز	الادارۃ الاسلامیہ، فیصل آباد	1983ء 1403ھ
13	تین اہم اصولی دین	دارالافتاء والمکاتب التعاونیہ	2002ء تک آٹھ ایڈیشن

- 14 قبولیت عمل کی شرائط (طبع چہارم) مکتبہ کتاب وسنت وجامعہ سلفیہ بنارس 1991ء - 2001
- 15 مسنون ذکر الہی (مفصل) سوم مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ 1981ء - 2001ء
- 16 سیرت امام الانبیاء ﷺ مکتبہ ابن تیمیہ - قطر 1992ء طبع اول
- 17 شراب اور دیگر منشیات - طبع اول مکتبہ کتاب وسنت ، ریحان چیمہ 1993ھ 1413ء
- 18 سوئے حرم (حج وعمرہ اور قربانی) مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ طبع اول 1989ء طبع دوم 1995ء
- طبع سوم 2002ء دہلی انڈیا.
- 19 فقہ الصلوٰۃ (جلد اول) مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ 1990ء طبع اول
- 20 فقہ الصلوٰۃ (جلد دوم) مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ 1999ء (طبع اول)
- 21 فقہ الصلوٰۃ (جلد سوم) زیر کتابت نور اسلام اکیڈمی - لاہور زیر ترتیب .
- 22 فقہ الصلوٰۃ (جلد چہارم) زیر ترتیب مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ زیر ترتیب .
- 23 رمضان المبارک اور احکام روزہ مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ زیر ترتیب .
- 24 احکام زکوٰۃ و صدقات مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ زیر ترتیب .
- 25 جہاد اسلامی کی حقیقت مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ 1421ھ 2000ء
- 26 سود و رشوت مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ 2001ء 1421ھ
- 27 زنا کاری و فحاشی مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ 2001ء 1421ھ
- 28 چند اختلافی مسائل میں راہ اعتدال زیر ترتیب مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ زیر ترتیب .
- 29 مقالات قمر مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ زیر ترتیب .
- 30 گلدستہ نصیحت سے پچاس (50) سُھول اشخ عبدالعزیز المقبل 1421ھ 2000ء
- 31 پچاس (50) سوال و فتاویٰ احکام حیض . اشخ محمد بن صالح العثیمین مسودہ تیار برائے طباعت
- 32 حرّمات (حرام امور) اشخ محمد صالح المنجد، الخبر . مسودہ تیار برائے طباعت
- 33 ممنوعات (ناجائز امور) اشخ محمد صالح المنجد، الخبر . مسودہ تیار برائے طباعت
- 34 لواطت و انعام بازی مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ 1421ھ 2000ء

- 35 انسداد زنا و لواطت کے لیے اسلام کی تدابیر مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ 1421ھ 2001ء
- 36 سورۃ فاتحہ، فضیلت، مقتدی کے لیے حکم۔ مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ زیر طباعت
- 37 آمین - معنی و مفہوم مقتدی کے لیے حکم مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ 2001ء 1421ھ
- 38 رفع الیدین جائین کے دلائل کا تحقیقی جائزہ مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ زیر طباعت
- 39 درود شریف - فضائل و احکام نور اسلام اکیڈمی لاہور 1421ھ 2000ء
- 40 ظہور امام مہدی طبع دوم مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ 2000ء - 2002ء
- 41 مسائل قربانی و عیدین مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ 2002ء
- 42 الامام العلّامہ ابن باز مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ زیر کتابت
- 43 الامام المحدث الالبانی مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ زیر ترتیب
- 44 نماز پنجگانہ کی رکعتیں مع وتر و تہجد و جمعہ علی فواد پبلشرز، مکتبہ کتاب وسنت 2000ء - 2002ء
- 45 تمباکونوشی مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ 2002ء
- 46 دخول جنت کے تیس اسباب و ذرائع مکتبہ کتاب وسنت (طبع دوم) 2000ھ 1421ء
- 47 امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ضرورت جہاد مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ 2001ء 1421ھ
- 48 اسیران جہاد اور مسئلہ غلامی مکتبہ کتاب وسنت (طبع دوم) 1421ھ - 2002ء
- 49 انسانی جان کی قیمت اور فلسفہ جہاد مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ 2001ء 1421ھ
- 50 مسائل و احکام طہارت مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 51 مساجد و مقابر اور مقامات نماز مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 52 احکام و آداب مساجد مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 53 نماز کیلئے مردوزن کا لباس مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 54 وجوب نقاب (چہرے کا پردہ) مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 55 اوقات نماز مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 56 مسائل آذان و اقامت اور نماز باجماعت مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت



- 57 مصنوعی اعضاء کی صورت میں غسل و وضوء مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 58 نماز کے مفصلات و مکروہات و مباحات مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 59 ٹوپی و گپڑی سے یا ننگے سر نماز؟ مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 60 نماز میں عدم پابندی اور تارک نماز مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 61 غیر مسلموں سے تعلقات اور جھوٹے کھانے پانی کا حکم مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- 62 نماز و روزہ کی نیت مکتبہ کتاب وسنت 1423ھ - 2002ء
- 63 رُغوع سے سجدے میں جانے کی کیفیت مکتبہ کتاب وسنت 1423ھ - 2002ء
- 64 مختصر مسائل و احکام طہارت و نماز مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور 1423ھ - 2002ء
- 65 زیارت مدینہ منورہ (آداب و احکام) مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور 1423ھ - 2002ء
- 66 تعویذ گنڈوں اور حجتات و جادو کا علاج مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور زیر طباعت
- 67 مختصر مسائل حج و عمرہ اور قربانی و عیدین مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور 1423ھ - 2002ء
- 68 مختصر مسائل و احکام رمضان و روزہ مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور 1423ھ - 2002ء
- 69 گانا و موسیقی - قرآن وسنت کی نظر میں مکتبہ کتاب وسنت توحید پبلیکیشنز بنگلور مسودہ تیار برائے طباعت
- (70) جمعۃ المبارک: فضائل و مسائل زیر طباعت
- (71) آداب دعاء (مقامات، اوقات وغیرہ) زیر طباعت
- (72) حج مسنون (شارح ٹیلیویشن سے نشر شدہ پروگرام) 1423ھ - 2002ء
- (73) تفسیر سورہ حجرات مسودہ تیار برائے طباعت
- (74) نماز پنجگانہ کے علاوہ چند نقلی نمازیں اور سجدے مسودہ تیار برائے طباعت
- (75) صحیح تاریخ ولادت مصطفیٰ ﷺ اور عید میلاد، یوم وفات پر؟ 1423ھ - 2002ء
- (76) رکوع والے کی رکعت؟ 1423ھ - 2002ء
- (77) خطبات مسجد نبوی (مدینہ منورہ) مسودہ تیار برائے طباعت
- (78) خطبات مسجد حرام (مکہ مکرمہ) مسودہ تیار برائے طباعت

مسودہ تیار برائے طباعت

(79) اور سگریٹ چھوٹ گئی

1423ھ - 2002ء

(80) شراب سے علاج؟

